ارض فلسطین کا مکمّل جغرافیہ

طبعی۔ اقتصادی اور تجارتی

از

ابرار حسین قادری ایم۔ اے (تاریخ / جغرافیہ)

مُسلم یونیورسٹی ۱۹۴۰ء
علی گڑھ

نوٹ:۔ اس سلسلہ میں تین کتابیں مصنف ہذا نے اور تیار کی ہیں جن میں یہودیوں کی قومی تاریخ اور مسئلہ سیاست اور تقسیم فلسطین کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔

ارض فلسطین کا جغرافیہ

عرب میں برِاعظم ایشیا کا وہ تمام جنوبی مغربی حصّہ شامل ہے جہاں سامی نسل کے عربی زبان بولنے والے انسانوں کی آبادی ہے۔ پروفیسر ڈَڈلے اسٹیمپ اس حصّہ ایشیا کے یوں حدود بیان کرتے ہیں:۔ شمال میں سلسلۂ کوہستان ارمینہ کے جنوب سے زاغر کے مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔ باقی تین طرف پانی ہے۔ نسل اور زبان کی مشابہت کے علاوہ چند اور خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے یہ علاقہ بلحاظ سیاست یا تمدن یا طبعی جغرافیہ ایک علیحدہ اور مخصوص نوعیت کا خطّہ بن گیا ہے۔

جغرافیائی خصوصیات

(۱) یہ کل علاقہ چودہ درجہ عرض البلد شمالی سے، ۳۷ درجہ عرض البلد شمالی تک پھیلا ہوا ہے۔ ۳۵ درجہ طول البلد سے لے کر ۶۰ درجہ طول البلد مشرقی تک جاتا ہے۔ عرض البلد کے یہ درجے منطقہ حارہ اور منطقہ معتدلہ میں شامل ہیں۔ اس منطقہ کی خصوصیت یہ ہے کہ گرم ہوائیں سطح ارض کی تری کو دن کی سخت دھوپ میں خشک کرتی رہتی ہیں اور نباتات کے نہونے کی وجہ سے طبقہ ارض کو اس قدر تپا دیتی ہیں کہ موٹی موٹی چٹانیں شدّتِ حرارت کے باعث پھیلنے لگتی ہیں مگر شب کے وقت درجہ حرارت نہایت کم ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو اندر کمروں میں چادر اوڑھ کر سونا پڑتا ہے۔ بعض بعض مقامات پر کہر جمنے کی نوبت آجاتی ہے۔ اس حرارت کی کمی کے باعث چٹانیں سکڑتی ہیں اور چونکہ یہ عمل سال بھر شب و روز ہوتا رہتا ہے اس لئے چٹانیں جلد جلد ٹوٹ کر ریت بنتی رہتی ہیں جس سے یہ کل علاقہ خشک ریگستانی علاقہ ہو گیا ہے۔ نیز براعظموں کے ان خطوطِ ارض میں مغرب کی جانب کل علاقے ریگستانی ہو گئے ہیں مگر یہ ان سب میں ممتاز ہے۔

(۲) یہ کل علاقہ سخت قسم کی چٹانوں کا قدیمی ساخت کا حدب ہے۔ یہ دنیا کی ان مضبوط بنیادی حدب یا میخوں میں ہے جو براعظموں کے وجود اور استحکام کو برقرار رکھتے ہیں۔ اس لئے باوجود سخت موسمی حرارت کے چھوٹی چھوٹی خشک پہاڑیاں یا شکستہ پہاڑیوں کے ناہموار ٹیلے کل علاقہ میں پھیلے پڑے ہیں۔

(۳) تیسری خصوصیت اس نواح کی یہ ہے کہ وسطِ ملک میں ہموار یا ناقص سطح کا ریگستان بن گیا ہے

اور کل کنارے پر شمال، مغرب، جنوب بلکہ مشرق میں بھی سنجاف یا گوٹ کی طرح اونچے اونچے سخت قدیم چٹانی پہاڑیاں واقع ہیں جو یا تو ساحل کے قریب ہی سے یا چند سو میل پر بارانی ہواؤں کو اندرون ملک میں جانے سے اس طرح روکتے ہیں جس طرح سرحدی قلعوں کی فوج دشمن کو بڑھنے سے روکتی ہے۔ اس نادان دوست (سلسلہ کوہ) کے ہاتھوں اس علاقہ کی بُری گت بنی ہے۔

(۴) ریگستان نے اس منطقہ کی آب وہوائی خصوصیت کے ماتحت کل اراضی کو بنجر اور اکثر حصّوں کو نمک اور پوٹاش کی لونی (کھار) آراضی بنا دیا ہے جو نباتات کی نمو کو روکتا ہے اور یبوست کو ترقی دیتا ہے۔ اس کل علاقہ کی نباتات موٹی گھاس ہے اگر کہیں پر گھاس جمی ہو۔ ببول اور کھجور (جہاں چھوٹے چھوٹے شیریں پانی کے چشمے قلب صحرا میں رب العالمین نے مجبور انسان اور حیوان پر رحم کھا کر مہیا کر دیئے ہیں) جھنڈ میں پیدا ہو جاتی ہیں بقول مولانا حالی :۔ ع "کھجوروں کے وہ جھنڈ خار مغیلاں"۔

پہاڑیوں سے اُترتے ہوئے دریا اپنی وادیوں کو بہشت کے نمونے بنا رہے ہیں مثلاً دجلہ و فرات، اردن اور یموک۔

(۵) ساحل نے جہاں بارش کسی موسم میں بھی اپنا فیض پہونچا سکتی ہے ملک کو دنیا کے شاداب باغوں اور مرغزاروں سے کہیں زیادہ بڑھا دیا ہے۔

(۶) گھوڑا۔ اونٹ۔ بکریاں یہاں کے عام جانور ہیں جو ہر طبقہ کے انسان کے لیئے جان سے زیادہ عزیز او اولاد سے زیادہ خدمت گذار بنے ہوئے ہیں۔

(۷) آب وہوا کا عام اثر قوائے انسانی یا حیوانی کو اس علاقہ میں کسی جگہ مضمحل نہیں کرتا اور اس امر پر اتفاق آراء ہیں کہ ذہانت۔ سخاوت۔ جرأت اور حرّیت کے کمالات اس حصّہ ایشیا کی ہر قوم میں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں۔ یہودی یعنی بنی اسرائیل اسکا بہترین نمونہ ہیں جن کی برتری دنیا کی تمام قوموں نے ہر شعبۂ علم وفن میں تسلیم کر لی تھی۔

اقتصادی اور تجارتی یگانگت :۔ پروفیسر ہل لکھتے ہیں جزیرہ نمائے عرب میں سنگین حواشی پر اور ساحل کے

میدانوں میں زرخیز علاقے ۔ ترقی یافتہ سلطنتیں ۔ غلہ اور میوہ پیدا کرنے والے قطعات اس قدر کثرت اور ترتیب کے ساتھ ہیں کہ وسط کا صحرا ان علاقوں اور ریاستوں کے درمیان ایک بڑی شاہراہ بن گیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ کچھ تو سامان ان علاقوں سے تجارت کے لئے ملتا ہے مگر بڑا حصہ سامان کا ہندوستان ۔ فارس ۔ چین سے یا جنوب و مغرب کی طرف سے مصر اور وسطِ مغرب کی جانب یورپ کے ممالک سے بندرگاہوں پر آکر اس صحرائی راستہ سے اول بدل ہوا کرتا ہے گذشتہ دو صدی میں اس راستہ سے تجارتی نقل و حرکت میں کچھ کمی ہو گئی تھی لیکن جنگ عظیم کے بعد سے اس کو پھر نئی اہمیت حاصل ہو گئی ہے ۔ بصرہ اور حیفہ کے بندرگاہ ۔ حجاز ریلوے ۔ مصری ریلوے لائن ۔ موٹر اور ہوائی جہاز اور جگہ جگہ پر اونٹ اس قدیم راستہ سے تینوں براعظموں کو پھر ملا رہے ہیں ۔ عرب تاجر اپنی فراست دیانت داری اور معاملہ فہمی میں ہمیشہ مشہور رہا ۔ جس وقت ایران میں کیانی خاندان ۔ شام اور ایشیا کوچک میں رومی قیصر حکومت کر رہے تھے عرب ان سلطنتوں کا رشتۂ تجارت ہاتھ میں لئے ہوئے تھا جب عرب سلطنت اور تمدن اسلامی جذبہ کے ساتھ مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ میں پھیلا تو بھی عرب تجارت اور اقتصادیات کو اپنے ہاتھ میں مضبوط پکڑے رہا ۔ یہ سب اُس کے جغرافیائی ماحول کا اثر تھا اور ہے ۔ چنانچہ عرب آج بھی بڑا تاجر اور سیاح ہے ۔

سیاسی یگانگت :۔ حاشیہ کی سلطنتیں بنیں ۔ اپنی شان و شوکت ۔ تمدن اور تہذیب کو پھیلانے کی کوششیں ہوئیں مگر ہر موقعہ پر ان کا یکساں طریقہ اور یکساں اندازِ حکومت رہا ۔ قبائل کے سردار بدوئی بنیادی قوت ۔ تجارتی آسانیاں ۔ غیر قوموں کے اثر سے اپنے ملکوں کو بچانا ۔ دیگر اقوام کو اپنے میں شیر و شکر کرنا ۔ زبان اور مذہب کو فروغ اور رواج دے کر ایک قومیت بنانا آخر وقت تک بلکہ اب تک ان اقوام عربی کا سیاسی اصول رہا ہے ۔ اس خشک اور وسیع میدان اور کوہستان میں عرب قبائل غیر قوموں سے لڑتے رہے اور ان کو زیر کرتے رہے ۔ ایسے موقعوں پر ان قبائل میں اتحاد ہوتا رہا لیکن باہمی اتحاد چار دن کی چاندنی کی طرح کبھی مستقل بنیاد پر قائم اور برقرار نہیں رہا ۔ اخوت اسلامی سے بڑھ کر

کوئی مضبوط تحریک ان اقوام میں کبھی پیدا نہیں ہوئی مگر وہ بھی ان کو آپس کے مناقشوں سے نہیں روک سکی۔ بنی اسرائیل کی داستانِ زوال انھیں باہمی جھگڑوں اور عناد سے بھری پڑی ہے۔

(۲) حریت یا قومی آزادی اور وطن کا لگاؤ بھی ان قبائل کی یکساں خصوصیت ہے۔ یہودی دو ہزار برس اپنے وطن کے لئے روئے۔ عرب بھی اس خیال سے کہ اُن کی قومی آزادی اور وطن خطرہ میں ہے سرفروشی پر تُلے ہوئے ہیں۔

(۳) ان اقوام کی سیاست مذہب کے تحت میں فروغ پذیر ہوتی رہی۔ قرآن پاک بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے بنی اسرائیل میں سے بعض کو نبوت و حکومت اور بعض کو صرف نبوت سے سرفراز فرماکر مبعوث کیا روحانی ہادیوں کی عظمت اور اطاعت بادشاہِ وقت پر فرض ہوتی تھی۔ اس کی عدول حکمی بادشاہوں۔ عام لوگوں۔ قبائل یا شیوخ کے لئے باعث عذاب اور تباہی ہوتی رہی ہے۔ توریت۔ انجیل اور قرآنِ پاک ان تاریخی نکات سے پُر ہیں۔

اس نوعیت کے خطۂ ارض کا فلسطین ایک حصّہ ہے جس کا بیان ان صفحات کا موضوع ہے۔ ایک انگریزی مصنف نے خوب کہا ہے کہ کیا بڑی بات ہوتی اگر عرب اپنی تاریخی سخاوت سے کام لے کر اپنے وسیع برّاعظم* (خطہ) سے چیونٹی کے سر کی برابر والا علاقہ یعنی ارض فلسطین اس خانماں برباد قوم بنی اسرائیل کو بخش دیتے۔

ارض فلسطین

اس میں شک نہیں کہ یہ علاقہ نہایت مختصر ہے۔ اس کا کل مجموعی رقبہ صرف ۱۰۰۰۰ مربع میل ہے جو عربی دنیا سے وہی نسبت رکھتا ہے جو کفِ دست کو پہلوان کے کشادہ سینہ سے ہوتی ہے۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ حصّہ ارض جائے وقوع کے باعث ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ہماری رائے میں اس مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے اگر ہم یہ کہیں تو بیجا نہ ہوگا کہ جو ایک دروازہ کو مکان میں اور آنکھوں کو بدن میں اہمیّت حاصل ہے وہی اہمیّت فلسطین کو براعظم عرب پر حاصل ہے۔ اس برّاعظم کے دو صدر دروازے

* نوٹ = براعظم بوجہ وسعت کہا گیا ہے۔

ہیں ۔مشرق میں بصرہ اور مغرب میں جافہ ۔جس کسی قوم کے پاس ان میں سے ایک گیا وہ نصف ملک کا مالک اور کل گاؤں کا چودھری ٹھہرا ۔

فلسطین عربی دنیا کا مغربی وسطی حصّہ ہے ۔مغرب کی جانب عربستان کا علاقہ بحیرۂ روم کے پانی کو چھوتا ہے ۔اس ساحل کی شکل ایک ہلال یا کمان کی سی ہے ۔جس کا شمالی سرا سنجک اسکندرون تک اور جنوبی سرا بندرگاہ سعید تک پہونچتا ہے ۔ خط عرض البلد ۳۴ درجہ شمالی اس قوس کا درمیانی خط اور فلسطین کا شمال ترین خط ہے ۔کل مملکت ۳۱ درجہ سے ۳۴ درجہ خط عرض البلد اور ۳۴ درجہ سے ۳۶ درجہ خطہ طول البلد مشرقی تک پھیلتی ہے ۔چونکہ بحیرۂ روم کے قریب خاکنائے سویز (جواب نہر سویز ہے) سے ملحق ہے لہذا خشکی کا راستہ افریقہ، ایشیا اور یورپ کے درمیان زمانہ قدیم سے بنا ہوا ہے ۔انسان قدیم کی نقل وحرکت ایک برِاعظم سے دوسرے براعظم میں اس راستہ سے ہوئی ۔اسی باعث مورخین اور معلمین جغرافیہ اس خطّہ ارضی کو خشکی کا پُل کہتے ہیں ۔

ایک طرف دامنِ صحرا، دوسری جانب چادر آب، وسط میں مرتفع اس ارض فلسطین کے امتیازات اور نشانات ہیں ۔آج بھی یہ تین باتیں اپنی مخصوص اہمیت رکھتی ہیں ۔صحرائی حصّہ ماورائے اردن کے نام سے پکارا جاتا ہے اور بدوؤں کا مسکن، آزاد قوم عرب کا ملجا ہے ۔بحیرۂ روم کا ساحلی میدان بارش سرما کا علاقہ ہے ۔ مٹی زرخیز ۔پانی بافراط ۔سردی گرمی اعتدال کے ساتھ ۔غرض زراعت اور تجارت کے لئے بے مثال اور مخالف آبادی یہود اور عرب کے لئے اکھاڑا بنا ہوا ہے ۔وسط کی پہاڑیاں اور اُن میں بیت المقدس جو امریکہ کی دریافت سے پہلے نافِ زمین کہلاتا تھا ۔جس نے تین بڑی قوموں کی مذہبی تاریخ میں بڑی عظمت حاصل کی ہے واقع ہے ۔یہ نشیمن ہے ان اقوام عالم کا جو آسمانی مذاہب کے پرستار ہیں یعنی یہود ۔عیسائی اور مسلمان ۔یہ وسط کا علاقہ پیدائش گاہ ہے بڑے بڑے جلیل القدر انبیا اور مرسلین کا ۔ حضرت ابراہیم ۔حضرت موسیٰ ۔حضرت داؤد ۔حضرت سلیمان ۔حضرت عیسیٰ یہیں پیدا ہوئے اور احکام الٰہی انسانوں کو پہونچاتے رہے ۔جس کا تذکرہ ہم کسی دوسرے حصّہ میں کریں گے ۔

ساخت سطح :-

اس شکل کی مدد سے ہم سطح فلسطین کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے تاکہ ہمارے ناظرین کو اس کے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

سطح اوّل :- جافہ کے بندرگاہ پر بلندی سطح سمندر سے ۲۰ فیٹ ہے جو بتدریج اندرون مملکت میں بڑھتے بڑھتے ۶۰۰ فیٹ تک پہونچتی ہے ۔ اس بلندی تک کی سطح میدانی علاقہ کہلاتی ہے ۔ یہ ساحلی میدان ملک کے شمال سے جنوب تک چوڑائی میں برابر گھٹتا بڑھتا چلا گیا ہے ۔ اس کی چوڑائی کہیں تو صرف ۲۷ میل اور بعض بعض حصوں میں ستّو میل بلکہ زیادہ ہوگئی ہے ۔ یوں یہاں کی چوڑائی کا اوسط سو میل شمار کیا جاتا ہے ۔

سطح دویم :- جو مغرب کی جانب بحیرہ روم اور مشرق میں یہودیہ کی پہاڑی علاقہ کے متوازی چلتا ہے ۔ یہودیہ کی پہاڑیاں یا یوں کہئے کہ حدب چھ سو فیٹ ساحلی میدانی علاقہ سے اُٹھ کر تین ہزار فیٹ کی بلندی حاصل کرتی ہیں ۔ یہ ریگستان حدب کی طرح قدیم السّین چٹانوں کا ٹوٹا پھوٹا سلسلہ سطح مرتفع بن گیا ہے اس کی وسعت شمال میں ۲۵ میل اور جنوب میں ۱۴ میل کم و بیش ہوتی چلی گئی ہے ۔ اس حدب کے تین حصے ہوگئے ہیں یعنی یہودیہ[1] ۔ سماریہ[2] ۔ گلیلی[3] ۔

مغربی جانب کا ڈھال میدان سے سلامی دیتا ہوا اُٹھتا ہے ۔ یہ وہ ڈھال ہے جہاں آدمیوں نے اونچا سطح چبوترے بنا کر آبپاشی کی مدد سے زراعت بڑھالی تھی ۔ اب یہ چبوترے افتادِ زمانہ اور لوگوں کی بے توجہی کے باعث ٹوٹ پھوٹ کر ناکارہ ہوگئے ۔ جو اس وقت بڑا اقتصادی خسارہ خیال کیا جارہا ہے ۔ مغربی ڈھال اوتار کے ساتھ نہیں بلکہ دیوار کی طرح یکبارگی اُٹھ گیا ہے ۔

سطح سویم :- اس پہاڑی فصیل کے نیچے ایک بڑا کھڈ ملتا ہے جس کو جوفِ ارض یا انگریزی میں Rift-valley

کہتے ہیں۔ یہ شگاف زمین کی اندرونی جنبشوں کے باعث رونما ہوا اور اس حصہ ایشیا سے لیکر بحیرۂ احمر سے گذرتا ہوا مشرقی افریقہ کے حدب پر چڑھتا اور وہاں کی جھیلیں بناتا ہوا جنوبی مشرقی افریقہ میں ختم ہوا ہے۔ یہ بمنزلہ درز کے ہے جس نے چٹانوں کے پرت توڑ کر جوف پیدا کر دیا ہے۔ یہ وادیٔ جوف بحیرۂ روم کی سطح سے بہت نیچی ہے۔ اس میں بھی سب سے زیادہ نیچا حصہ بحیرۂ لوط کی سطح ہے جو بارہ سو فیٹ سطح ارضی سے نیچا ہوگیا ہے۔ اس جوف کو وادیٔ اردن کہتے ہیں۔ اس کے مشرق و مغرب میں حدب کی دیواریں قائم ہیں اور شمال میں بحیرۂ گلیلی اور جنوب میں بحیرۂ لوط کے پانی پھیلے ہوئے ہیں۔ اس وادی کے وسط میں دریائے اردن بہتا ہے جو اس علاقہ میں دریائے نیل کی خدمات انجام دے رہا ہے۔

ارض فلسطین کا چپہ چپہ آثار قدیمہ کی تلاش (اور اظہار) کے لئے لوگوں نے کھود ڈالا ہے۔ مورخین نے ہر ہر زمانہ اور مقام کا پورا پورا مطالعہ کیا ہے۔ غالباً دنیا میں اس التزام اور تکمیل کے ساتھ ان دونوں شعبوں میں کسی دوسرے ملک کی تحقیقات اور مطالعہ نہیں ہوا۔ لیکن فلسطین سے زیادہ کوئی دوسرا ملک زراعتی مطالعہ کا محتاج نہیں کیونکہ اس لحاظ سے فلسطین میں بالکل کام نہیں ہوا ہے اور یہ امر نہایت اہم ہے کیونکہ یہاں کے باشندوں کی اقتصادی فلاح صرف زمین کی پیداوار پر منحصر ہے۔ یہ مملکت معدنیات کی دولت سے قطعی خالی ہے اور اس کا جغرافیائی ماحول جنگل کے بڑھنے کا مانع ہے۔ یہاں لوگوں کی زندگی کا لائحہ عمل اس اصول کے ماتحت ہی ہوسکتا ہے کہ "کھودو۔ کھاؤ"۔ کسان اور اس کی مشقت اس مملکت کو بہشت یا دوزخ بنا سکتی ہے۔ گذشتہ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی یہاں خوشحالی ہوئی تو زمین سے جس کی بدولت کسان اچھی فصلیں پیدا کر سکا اور اہلِ شہر لقمۂ تر کھا سکے۔ جب بے توجہی اور غرور نے شہر والوں کو دیہاتیوں پر سخت اور ظالم بنا دیا ان کی کاشت کا کام خراب ہوا۔ ملک مفلس ہوگیا۔ اس دولت کی طرف قرآن پاک بھی جگہ جگہ پر اشارہ کرتا ہے۔ انجیل مقدس نے اس ارض پاک کو شہد اور دودھ کی زمین فرمایا ہے۔ آج کل کے علمار اقتصادیات انجیل کے اس ارشاد کو یوں صحیح بتاتے ہیں کہ نہریں اور آبپاشی کے ذرایع جب سبزہ زار بنا دیتے ہیں، جب باغات میں درخت پھولتے ہیں اس وقت دودھ اور شہد جمع ہوتا ہے۔

جب مملکت میں شادابی گھٹ جاتی ہے، بکھیاں اور مویشی بھی گھٹ جاتے ہیں اور دودھ اور شہد کی نہریں بھی خشک ہو جاتی ہیں۔ آج یہودی اس امر پر ناز کر رہے ہیں کہ انہوں نے آکر خشک رتیلے میدانوں کو شاداب بنا دیا۔ مکھیاں اور بکریاں تعداد میں بڑھ گئیں۔ اور ارضِ مقدس میں دودھ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں۔ رومیوں کی تعریف بھی اقتصادی دنیا والے اس لحاظ سے کرتے ہیں کہ انہوں نے پہاڑی ڈھالوں پر زراعت کے لئے چبوترے بنائے تھے جن کو وہ دریاؤں سے پانی لاکر سیراب کرتے تھے اور اس طرح مملکت میں ایک بڑا رقبہ کاشت کے لئے نیا نکالا تھا جو اُن کی حکومت جانے کے بعد بے توجہی کی وجہ سے خراب ہو گیا اور اس طرح مملکت کا ہزاروں بیگہ رقبہ خشک اور اوسر پڑا ہوا ہے۔

مٹی کی قسمیں ہم مختصر طریقہ پر اس ملک کی مٹی کا بیان کریں گے۔ کیونکہ نباتات کے نمو کے لئے تین بڑی چیزوں کی ضرورت ہے۔ (۱) زرخیز مٹی (۲) مناسب مقدار رطوبت (۳) مناسب مقدار حرارت۔ اگرچہ آج کل کی متمدن اور متمول قومیں مثلاً اہل امریکہ خراب مٹی کو اکثر عمدہ قسم کی کھاد دیکر اچھا بنا لیتے ہیں۔ اس سائنس کے ترقی یافتہ زمانہ میں مٹی کے اجزاء اور مختلف پودوں کی غذائی ضروری اشیاء کا پورے طور پر مطالعہ ہو گیا ہے اس لئے مٹی کی اچھی بری نوعیت زیادہ اہم نہیں لیکن پھر بھی کافی ضروری ہے اور بالخصوص فلسطین جیسے غریب اور غیر ترقی یافتہ مملکت میں۔

نمبر ۱۔ پہاڑی علاقہ کی اراضی :۔ یہودیہ۔ سماریہ اور گلیلی کی پہاڑیاں بالعموم سخت چکنے چونے کے پتھر کی بنی ہیں یا نرم چاک سے۔ گلیلی کے خاص حصہ میں چونے کا پتھر بدل کر سماق ہو جاتا ہے۔ یہ زیادہ تر گلیلی کے اس مقام پر پایا جاتا ہے جہاں بلندی دریاؤں کے پانی کو دو مختلف سمتوں میں بہاتی ہے۔ اس قسم کے بلند سطح کو جغرافیائی اصطلاح میں پن پھٹ (water shed) کہتے ہیں۔ مغرب کی طرف چٹان پر سمندر کی گاد (Silt) جمی ملتی ہے جو (Tertiary) زمانہ کی جمی ہوئی ہے۔ یہاں جگہ جگہ پر دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی بھی جم گئی ہے۔ جانبِ شرق جہاں چٹانیں اردن کی وادی اور بحیرۂ لوط کی تلی میں دفن ہو جاتی ہیں وہاں ان چٹانوں پر دریائی مٹی اور جھیل کی کیچڑ کی پپڑیاں جم گئی ہیں۔ ان پپڑیوں اور دریائی

مٹی کی تہہ بہت موٹی ہے ۔

نرم چونے کے پتھر اور چاک والے علاقہ میں مٹی کی نوعیت بدل گئی ہے ۔ یہاں مٹی اوپر کی سطح پر بھربھری نگر زیریں مٹی (sul soil) چھرچھری (Porous) ہے تاہم سخت ہونے کے باعث موسم کے حوادث سے اپنے آپ کو مدتوں تک بچا سکتی ہے ۔ یہاں اس کی بناوٹ بھی بدلی ہوئی ہے کیونکہ اس میں گھاس پات اور جانوروں کے جسم کے سڑے گلے اجزاء بہت شامل ہیں ۔ اس کا ذرہ مہین اور پپڑی پتلی ہے ۔ اس علاقہ میں سطح کی مٹی کا عام طور پر پیلا رنگ ہے (جیسا کہ ہمارے صوبہ متحدہ کی بھوڑ کی مٹی کا ہوتا ہے) وادیوں میں کثرت سے بہاؤ کی آئی ہوئی مٹی ملتی ہے ۔ اس مٹی میں گھاس اور جانوروں کے جسمانی اجزاء بہت کثرت سے شامل ہیں ۔ یہاں یہ ڈھیلو کی صورت میں ملتی ہے ۔ رنگ سرخی مائل ہے جس میں جگہ جگہ پر بجری اور کنکڑی کی زیادہ آمیزش ہے پانی کی لائی ہوئی مٹی میں گھاس پات کے سڑے ہوئے اجزاء شامل ہو جانے کی وجہ سے اس نواح میں مٹی کا رنگ قدرے سیاہی مائل ہو گیا ہے ۔ چاک کے پہاڑی اضلاع میں چٹانوں کی ٹوٹ کے باعث پہاڑیاں زیادہ سڈول ہیں بہ نسبت سخت چونے کی پہاڑیوں کے جو دوسرے اضلاع میں زیادہ پائی جاتی ہیں ۔ جس کے سبب اس نواح میں چبوترے کافی آسانی سے زیادہ تعداد میں نہ بن سکے ہیں ناصرہ کے سواد میں پہاڑیوں کے ڈھال میں زیادہ سلامی پائی جاتی ہے ۔ بلندی پر چوٹیاں گول سڈول بن گئی ہیں ۔ زیادہ حصہ ان پہاڑیوں کی ڈھال کا ترچھی سلامی دار ہے جس کی وجہ سے یہاں کاشت کے لئے ڈھالوں پر کافی رقبہ نکل آیا ہے ۔ سماق پتھر کی پہاڑی رقبہ میں سطح کی کل اونچائی، لمبائی میں پھیلتی چلی گئی ہے ۔ جگہ جگہ پر بڑے بڑے کشادہ حدب بن گئے ہیں ۔ جہاں ایک حدب سے دوسرا حدب مثل چوڑی سیڑھی کے معلوم ہوتا ہے یعنی کل رقبہ کا انداز ایک زینہ کا سا ہو گیا ہے جس کی سیڑھیاں لمبی اور چوڑی ہیں ۔ وادیاں یا کھڈ گہرے اور تنگ ہیں جن کے دونوں رخ کی پہاڑی دیواریں عمودی انداز سے کھڑی ہیں ۔ اس کل پہاڑی علاقہ میں ہر جانب بالعموم گلیلی اور میدان اسدرون کی طرف

بالخصوص موسمی اثرات سے شکست و ریخت بہت ہوتی رہی ہے ۔

ساحل کے میدانوں کی مٹی اس علاقہ میں مٹی کو کسی اصول کے ماتحت تقسیم کرنا بڑا دشوار ہوگیا ہے کیونکہ یہاں کی مٹی کے بنانے اور اس کے رد و بدل کرنے میں مختلف جغرافیائی عمل کار پرداز رہے ہیں اس لئے اس اراضی کی مٹی کا خمیرہ اس کی بناوٹ، اس کی ترکیب ساخت اور بہاؤ کا اندازہ دریافت کرنا اور بیان کرنا دشوار ہوگیا ہے ۔

(۱) سب سے قدیم قسم کی مٹی یہاں سمندر کے تلے کی مٹی ہے ۔ یہ اُس زمانہ کی ہے جب غزہ کے پاس سطح سمندر اوٹھکر اوپر اُٹھ آئی تھی ۔ اس وقت سے اس کھلی ہوئی اراضی پر دھوپ، بارش اور ہواؤں کا جراحی عمل ہوتا رہا ہے ۔ اس کے اجزاء سمندر کی خاکی یا دامی یا سرخی مائل پیلی رنگ کی گاد سے بنے ہیں ۔ مٹی ان اجزائے سے موسمی دست برد کے بعد خاکی براؤن رنگ کی دومٹ یا دومٹ کے ڈھیلوں کی صورت میں بن کر رہ گئی ہے ۔ بناوٹ میں سخت ہے ۔ چونا زیادہ مقدار میں ہے ۔ سخت پپڑیاں اور کنکریلی اراضی بہت اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی ملتی ہے ۔ اس قسم کی اراضی کا رقبہ اور ہواؤں کے جمع کئے ہوئے ریت مٹی کے رقبے بیرشیبہ اور وادی حینین میں بہت ہیں اور یہ میدانی سطح کل ساحلی میدان کے رقبہ میں اونچی ہے اگرچہ سطح سمندر سے عام طور پر یہاں کی سطح پانچسو فیٹ سے زیادہ اونچی نہیں لیکن جگہ جگہ پر بیرشیبہ کے قریب ٹیلے ایک ہزار فیٹ تک اونچائی کے ملتے ہیں ۔ ایک ہلکا سا ابھراؤ ہوا کی اُڑائی ہوئی مٹی کا چکنی مٹی کی تہ کے نیچے دبا ہوا وادی حسیبہ کی نواح میں ملتا ہے ۔ جنوب میں غزہ سے پندرہ میل ہٹ کر بیس فیٹ گہرا ابھراؤ ہوا کی اُڑائی ہوئی مٹی کا پندرہ میل تک لمبائی میں چلا گیا ہے ۔ یہ مٹی نہایت عمدہ اور مہین ہے جو ڈھیلوں کی شکل میں یہاں پڑی ہوئی ہے ۔

ہوا کی اُڑائی ہوئی مٹی جو ساحل کے قریب پائی جاتی ہے ملک کی اقتصادیات پر اس کا پورا اثر ہے ۔ اس ریت میں کچھ تو ایسے اجزا ہیں جو اب اس نواح میں ناپید ہو چکے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو حال ہی میں ہوا سے اُڑکر آئے ہیں ۔ یہ آخرالذکر اجزا ساحل بحیرہ روم کے متوازی ریت کی ٹیلیوں کی صورت میں

بکثرت ملتے ہیں۔ یہ ٹیلے منظر کو ضرور خوبصورت بنا دیتے ہیں لیکن کاشتکار کے بڑے دشمن ہیں۔ آہستہ آہستہ اندر کی طرف روانی سے سنترہ کے باغوں اور شاداب گیہوں اور جو کے کھیتوں کو اس ریت نے تباہ کر رکھا ہے۔ اس ریت کو اندر کی طرف آنے سے روکنے کے لئے ان ٹیلوں کی پشت پر درخت لگائے جاتے ہیں تاکہ کچھ روک ہو۔ لیکن یہ کچھ مفید ثابت نہیں ہوئے اور ریت پورے طور سے نہیں رُکتا اگرچہ کچھ عارضی روک تھام ضرور ہو جاتی ہے۔

قدیم زمانہ کا ریت جس کا اوپر ذکر آچکا ہے ان ٹیلوں کے مشرقی کناروں کے قریب ملتا ہے۔ اس میں پودے کی غذا کے اجزاء اچھے اور کثیر ہیں اور یہ اراضی بلحاظ پیداوار غلہ وغیرہ کل مملکت میں بہترین ہے۔ شیران کے میدان میں عام طور پر مٹی ملتی ہے جس کو "ناساز" کہتے ہیں جو پانی کو اندر کی طرف جذب نہیں ہونے دیتی اس وجہ سے درختوں کی جڑیں آسانی اور آزادی سے اندر کی مٹی میں نہیں پھیلنے پاتیں۔ اس مٹی کا رنگ خاکی براؤن۔ یا سرخی مائل براؤن ہے۔ اگرچہ یہ مٹی ہماری چیکا مٹی کی طرح نہیں لیکن پھر بھی پانی کو اندر جذب ہونے سے بہت روکتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آبپاشی یا بارش کے بعد مدت تک پانی اوپر کی سطح پر کھیت میں کھڑا رہتا ہے۔ اندر کی مٹی کی تہ بالکل تر نہیں ہونے پاتی ہے۔ ناساز مٹی کی تہہ تیس انچ سے موٹی نہیں۔ یہ ابھی تک نہیں دریافت ہوسکا کہ یہ مٹی پہاڑیوں کے ٹوٹنے سے بنی ہے۔ دریائے مجول کے کناروں پر ناساز مٹی کی اراضیات کم ہیں۔ ان اراضیات پر باغبانی تو زیادہ کامیاب نہیں معلوم ہوتی لیکن غلہ کی پیداوار کا اوسط اچھا ہے۔ اس لئے اس پر کام کرنے سے فائدہ کی امید نظر آتی ہے بالعموم ساحل کے علاقوں پر پانی کے بہاؤ سے پہاڑی مٹی اور ریت کی جمی ہوئی مٹی کی تہہ ملتی ہے۔ یہ مٹی نہ تو ابتک پورے طور پر بن پائی ہے اور نہ بالکل نئی ہی کہی جاسکتی ہے۔ حال کی جمی ہوئی مٹی کی تہہ زیادہ تر ڈھیلوں کی صورت میں بنی ہوئی ہے۔ یا یہ ڈھیلے گاد کے جمنے سے بن گئے ہیں یا دومٹ مٹی کے ڈھیلے ہیں۔ یا محض چکنی مٹی کا بھراؤ ہے۔ اندرونی تہہ کی مٹی اچھی دومٹ کی قسم کی ہے

ان اراضیوں پر پانی کا نکاس اچھا ہے۔ ساحل کے قریب قریب بعض بعض جگہ پر دلدلی اور کیچڑ

پانی کے بہاؤ رک جانے سے پیدا ہو گئی ہے ۔ یہ صورت ریت کے ٹیلوں نے چشموں اور چھوٹی ندیوں کے بہاؤ کو روک کر بھی اکثر جگہ پیدا کر دی ہے ۔

اس نواح میں نمک ریت پر پھیلا ہوا اکثر جگہ پر مل جاتا ہے جس کی کثرت نہرِ زرقہ کے کناروں کے قریب بہت ہے ۔

اسدریلون - جزایل - ینجین | میدانِ اسدریلون کے رقبہ میں (Residual Soil) جبل دہی کے مغربی کنارے سے مفید و پہاڑی کے قریب کل وادی کی چوڑائی میں پھیلی ہوئی ہے ۔

یہ مٹی اصل میں عمدہ قسم کے سنگ سماق کے مہین ذرّوں کے ریت سے بنی ہے جو موسم کے اثر سے شکست و ریخت کے بعد سرخی مائل بادامی رنگ مٹی بن جاتی ہے ۔ جس کے رنگ میں نباتات کے سڑے ہوئے اجزاء کی وجہ سے سیاہی غالب ہو جاتی ہے ۔ اس قسم کی مٹی کا بھراؤ اکثر چھ فیٹ ملاہے اور بعض بعض جگہ پر تو صرف دو ہی فیٹ گہرا ہے ۔ اس میدان کی مٹی پر بنتے وقت بارش کا کافی اثر پڑا ہے جس کے باعث رنگ زیادہ سیاہ ہے ۔ بناوٹ میں بھاری پن ہے ۔ پانی پڑتے ہی چکنی لسدار ہو جاتی ہے ۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تری کو محفوظ رکھنے کی اس میں زیادہ صلاحیت ہے ۔ یوں تو اکثر مقامات پر مملکت فلسطین میں مٹی کی پپڑیاں جمتی ہیں اور پھٹنے سے اُن میں درزیں پڑ جاتی ہیں لیکن یہاں کی مٹی میں غیر معمولی طریقہ سے بڑے بڑے پپڑے جمتے ہیں اور ان کی درزیں چھ چھ فیٹ گہری دیکھی گئی ہیں بلکہ کہیں کہیں یہ گہرائی میں نو نو فیٹ پہونچتی ہیں ۔ اس قسم کی زمینوں کو گہرا کھودا جاتا ہے اور گہرا ہل چلایا جاتا ہے جب کہیں کھیت بونے کے قابل ہوتا ہے ۔ وادی جزایل میں دریا کی لائی ہوئی مٹی سیاہ چکنے ڈھیلوں کے قسم کی ہے جن کا رنگ بادامی سرخی مائل ہے ۔ اس میں گھاس کوڑے کی کھاد کے اجزاء بہت شامل ہیں، شوریت کم مقدار میں اس وادی کے مشرقی حصہ کی مٹی میں ملے گی ۔

ینجین کے میدان کی مٹی تمام تر دریا یا پانی کے بہاؤ کی لائی ہوئی ہے جس کے اجزاء سماریہ کی پہاڑی کے ریت سے بنے ہیں جو پانی کے ساتھ بہہ کر یہاں پھیل گئے ہیں ۔ اس میدان میں چھوٹے چھوٹے چشمے

بکثرت ہیں جن کے کناروں کی مٹی کا رنگ سیاہی مائل ہے کیونکہ نباتاتی کھاد کے اجزاء اس میں بہت ملتے رہتے ہیں - یہاں تمام سال خوب تری رہتی ہے -

غور کی مٹی - غور کا میدان جھیل ہیولہ سے لے کر اردن دریا کی وادی میں گذرتا ہوا بحیرۂ لوط کی چوڑائی تک پہونچتا ہے - حقیقتاً یہ وہ حصہ ہے جو دونوں طرف بلندیوں سے گھرا ہے اور جس کی سطح بحیرۂ روم کی سطح سے نیچی ہے - اس کے کچھ حصہ کو جوف بھی کہتے ہیں -

اس علاقہ کو ہم ایک حصہ شمالی معین کرتے ہیں جو ہیولہ جھیل سے طبیریہ بلکہ اور نیچے تک پہونچتا ہے اس علاقہ کی مٹی بھربھری - سیاہی مائل یا دامی - کنکریلی بھاری بھاری ڈھیلوں کی صورت میں ہے - اندر کی تلی میں ہینڈول زیادہ ملتا ہے - سماخ کے میدان کی مٹی جھیل یا تلاؤ کی کیچڑ کے اجزاء سے بنی ہے جو مغرب کی جانب بحیرۂ لوط تک ملتی ہے -

جنوب کی جانب غور کا میدان تنگ ہو جاتا ہے اور وادی ابو سدرہ کے قریب کی اراضی ناہموار کھادر ہیں - اس وادی کے جنوب کی طرف پھر یہ میدان کشادہ ہوتا چلا گیا ہے جس کی چوڑائی بحیرۂ لوط کے شمالی کنارہ پر ۱۲ میل کی ہو جاتی ہے -

اس کل علاقہ میں دو قسم کی مٹی پائی گئی ہے - اوّل - مٹی جو جھیل کی پرانی کیچڑ کے خشک ہونے سے بنی - دوم مٹی جو حال ہی میں پانی کے بہاؤ کے ساتھ ریت ڈھول آکر جم جانے سے سطح بن گئی ہے - اول الذکر مٹی پر موسم کے اثرات نے بناوٹ میں بہت کچھ تغیرات کئے ہیں - اوپری تہہ پر چکنی مٹی کے ڈھیلے ہیں یا ہلکے بادامی رنگ کی مٹی کے ڈھیلے پائے جاتے ہیں جن میں پتی کا کھاد بہت ملا ہوا ہے - دریائی موٹی ریت یا کنکڑی اور بجری بھی ملی ہوئی ہے - اس اوپری تہہ میں مٹی کے زیادہ شوریت نہیں جو فصل کو نقصان دہ ہو اگرچہ نیچے کی تہہ میں تیزابیت زیادہ ہے جو درخت کی پرورش کو روکتی ہے - اس کے علاوہ کل حصہ اراضی زراعت کے لئے ناکارہ ہے -

بحیرہ لوط کے مغربی اور شمالی رقبوں میں زیادہ تر جھیل یا تلاؤ کے تلی کی مٹی پائی جاتی ہے - اس کا

رنگ بھورا ہے، دانہ موٹا ہے۔ زیادہ تر چکنی ہے۔ تیز شور یا نون کافی مقدار میں ملی ہوئی ہے۔ اندر کی تہہ کی مٹی بھی قریب قریب اسی ساخت کی ہے مگر جگہ جگہ پر سرخ یا پیلی لکیریں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔ اس علاقہ کی اراضی بیشتر ادسر ہے اور زراعت کے لئے بالکل بیکار ہے۔

چونکہ مٹی کے اقسام میں ہم کچھ زیادہ تفصیل میں پڑ گئے لہذا اس اندیشہ سے کہ ضروری باتیں ہمارے ناظرین کے ذہن سے کہیں نکل نہ جائیں ہم ایک مختصر فہرست یہاں کی مٹی کے اقسام کی ذیل میں درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

مٹی کے اقسام

I گادکی بنی ہوئی مٹی Residual soils

(الف) اس قسم میں یہودیہ اور سماریہ کی سخت سماقی چٹانیں اور انکی سرخی شامل ہے۔ یہاں کی مٹی سرخ رنگ کی چکنی مٹی ہوتی ہے۔ اس میں پتی کا کھاد ملا ہوا ہے۔

(ب) سماریہ کے پہاڑی علاقہ میں چونے کے نرم پتھروں اور راک کے ذروں کی بنی ہوئی بھورے رنگ مہین ذرے کی مٹی ملتی ہے۔ جو جھرجھری ہے اور پتی کا کھاد بہت ملا ہوا ہے۔

(ج) گلیلی کی پہاڑیوں اور اسدرالون کے میدان کی مٹی سماق کے پتھر کے ریت کی ہے جس کا رنگ گہرا سیاہی مائل بھورا ہے۔ سخت ہے۔ پتی کا کھاد بہت ہے سطح ہموار ہے۔

(د) نرم۔ موٹے دانہ کا ریت ساحل کے نزدیک کھاد کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ رنگ ہلکا براون بھورا۔

II پانی کے بہاؤ کے ساتھ آئی ہوئی مٹی

(۱)۔ پرانا بہاؤ کی تہہ } ان میں مختلف چٹانوں کے ریت اور بجریاں شامل ہیں۔

(۲) نئے بہاؤ کی تہہ } چونے کا پتھر۔ چاک۔ سماق۔ پتی کا کھاد۔ آتش فشانی مصالہ کے اجزاء غرض جو کچھ پہاڑیوں اور ان کے ڈھالوں یا میدان میں پانی کو ملا ہے

بہا کر اِدھر اُدھر مٹّی کی تہہ بنا دی ہے اس وجہ سے اس مٹّی کا رنگ جگہ جگہ بدلا ہوا ہے۔

III تلاؤ یا جھیل کے تلی کی مٹّی - یہ بڑی بڑی پپڑیاں ہیں جو ٹوٹ کر کالی مٹّی کے سخت ڈھیلوں کی صورت میں پڑے ہیں - ان میں کہ قریب کی پہاڑیوں کا ٹوٹا ہوا مصالہ ملا ہوا ہے۔

IV ہوا کا لایا ہوا ریت :-
(الف) ریت کے ٹیلے { پورانا ڈھیر / (۲) نیا ڈھیر } — یہ ریت بھی مختلف پہاڑیوں کی چٹانوں کے ذرے ہیں اس لیئے رنگ مختلف ہے۔
(ب) گرد کا بھراؤ۔

Agriculture and soils of Palestine by A.T. Straborn
U.S. Department of Agriculture.
The Geographical review 1929 October No. 4, Pp. 581-602, Vol. XIX.

آب وہوا بلحاظ خطوط عرض البلد و طول البلد مملکت فلسطین گرم معتدل خطہ کا ملک ہے - چونکہ یہ اراضی بحیرۂ روم کے پانی کو چھوتی ہے لہذا یہاں کی آب وہوا میں اُن ملکوں کی آب وہوا کا پورا انداز پیدا ہو گیا ہے جو بحیرۂ روم کے کناروں پر واقع ہیں - ان کی آب وہوا کی خصوصیت یہ ہے کہ گرمی میں خوب تپتے ہیں اور خشک رہتے ہیں جس کی وجہ سے نباتات جُھلس کر مرجاتی ہے - بعض بعض قسم کے پودے اور درخت وجھاڑیاں یہاں کی مخصوص ہیں جو اس گرمی اور خشکی کا مقابلہ کر کے اپنی حیات قایم رکھتی ہیں - دوسری خصوصیت اس آب وہوا کی سردی کے موسم کی بارش ہے جو ان علاقوں کو شدّتِ سردی اور کثرتِ برف سے بچائے رکھتی ہے - اس خصوصیت نے نباتات کو سرما میں نمو بخشا ہے اور حیات حیوان کے لئے یہ علاقہ خاص طور پر موزوں اور قابلِ قدر ہو گیا ہے - کیونکہ نہ تو یہاں خط حارہ کی شدّت حرارت اور غلیظ رطوبت انسان کی تندرستی کو

خراب کرتی ہے اور نہ زمہریر کی ناقابلِ برداشت سردی دست و پا بستہ بنائے رکھتی ہے۔ فلسطین کے علاقہ میں جائے وقوع سطح اراضی اور سمندر کا قرب یہ تین جغرافیائی خصوصیات ہیں جو اس کی آب وہوا پر اثر ڈالتی ہیں ساحل پر سمندر کا اثر۔ اندرونِ مملکت میں میدانی علاقہ پر حرارت کی زیادتی بوجہ قربتِ خط استوا۔ بلندیوں پر حدب کی قسم کی آب وہوا کی کیفیت نمایاں ہے

(۱) ساحل کے میدان کبھی اتنے سرد نہیں ہوتے کہ یہاں پالا جم سکے۔ مثلاً ہم جافہ کے درجۂ حرارت کا اوتار چڑھاؤ دکھاتے ہیں :-

55°F جنوری میں۔ اگست میں 79°F-

(۲) بلندیوں پر درجۂ حرارت میں زیادہ نمایاں تغیرات رہتے ہیں۔ مثلاً جروسلم کی حالت ملاحظہ ہو۔ 45°F - جنوری - اگست 74°F - ان بلندیوں پر جاڑوں میں پالا معمولاً پڑتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی برف بھی گرتا ہے۔

(۳) جوف کے علاقہ کی آب وہوا گرم اور ریگستانی آب وہوا کے انداز کی ہے۔ درجۂ حرارت یہاں اونچا اور ہوا تند و گرم رہتی ہے۔ یہ علاقہ بھی برف اور پالے سے بالکل محفوظ ہے مگر گرمی کی شدت ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے۔ اس حصۂ مملکت میں رات دن کے درجہ حرارت میں بہت زیادہ فرق رہتا ہے۔ موسم کا توازن ہم ان اعداد سے دکھاتے ہیں :-

F 57° - جنوری - اگست 89°F -

ساحل کے علاقے چونکہ خط متوازی میں سمندر کے ساتھ ساتھ چلے گئے ہیں اور زیادہ وسیع بھی نہیں لہذا سمندر کی ہوائیں گرمی اور سردی میں اعتدال قایم کئے ہوئے ہیں اور یہ اعتدال نباتات کی نمو اور باشندوں کے لئے باعثِ راحت ہے۔ یہ ہوائیں گرمی کے موسم میں بڑھ کر جروسلم تک پہونچتی ہیں چونکہ رطوبت سے بھری ہوتی ہیں اس لئے خنک اور فرحت بخش معلوم ہوتی ہیں۔ ان ہواؤں نے جروسلم کو قابلِ سکونت بنا دیا ہے ورنہ یہ اراضی طبقۂ نار سے کم نہ ہوتی۔

بارش | مملکت فلسطین میں بارش شمال سے جنوب کی طرف کا رخ لئے ہوئے ہے۔ چنانچہ شمال میں اوسطِ بارش زیادہ اور جنوب میں کم ہے۔

چند مقامات کی بارش کا اوسط حسبِ ذیل ہے:۔

(۱) حیفہ - ۲۷ - انچہ

(۲) جافہ - ۲۳ - ؍؍

(۳) غزہ - ۱۶٫۵ - ؍؍

نوٹ:۔ مشرق کی جانب بارش کا اوسط سمندر سے فاصلہ اور پہاڑیوں کی اونچائی سے متعلق ہے لہذا دیکھا گیا ہے کہ پہاڑیوں پر اوسطِ بارش زیادہ اور میدانی علاقہ میں کم ملتا ہے۔ مثلاً:۔

(۱) جروسلم۔ سطح 2700 - اوسطِ بارش 25 انچہ

(۲)

نوٹ:۔ ان پہاڑیوں کی اوٹ کا علاقہ یعنی جوف یا وادی اردن بہت خشک ہو گیا ہے اس کا
(الف) جنوبی مشرقی حصّہ تو بالکل ریگستان کا ایک ٹکڑا ہے۔ انجیل مقدس میں جروسلم سے یہودیہ تک کے مشرقی ڈھال اور میدان بیابان کے نام سے مذکور ہیں۔

(ب) اسرالیون کے میدان کی جانب سے بحیرۂ روم کی ہوائیں گھومتی ہوئی جوف وادی میں داخل ہوتی ہیں جن کی وجہ سے یہاں کچھ ریزش اب ہو جاتی ہے مگر وادی کا دوسرا سرا اترتی ہوئی گرم تیز ہواؤں کی وجہ سے خشک اور گرم ہو گیا ہے۔

(باقی باقی)

فلسطین
مٹی کی قسمیں

لوئیس
ریت کے تودے
رینز یدیوئل
پہاڑی ،،
سیڈیمنٹری
ہوا کا لایا ہوا ریت
خشک جھیل کی مٹی
ندی کی مٹی
کوہ آتش فشاں کی مٹی
الیوویم
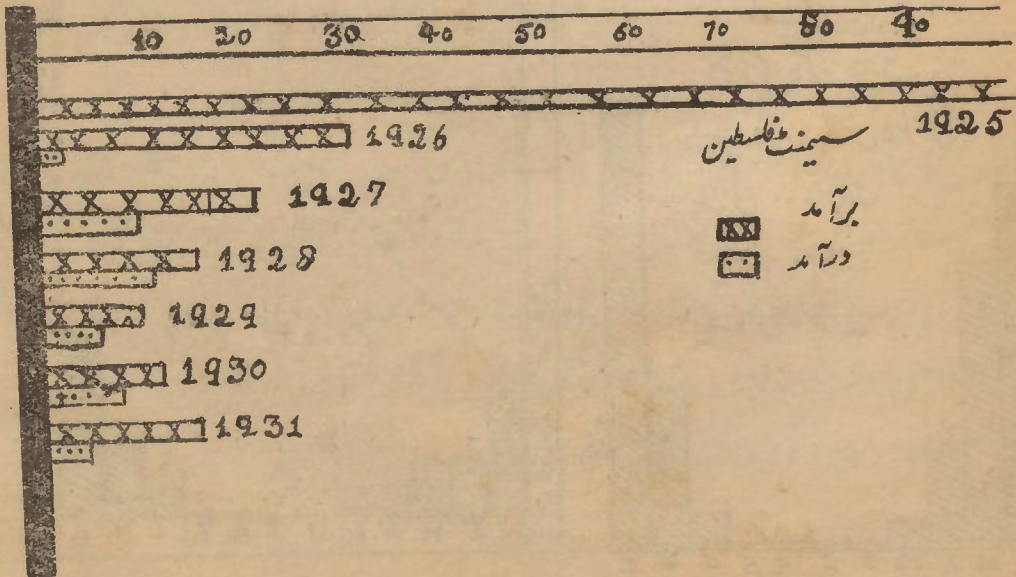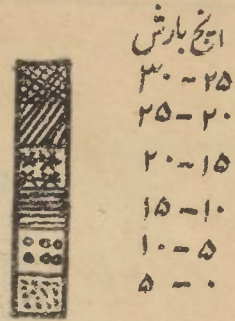
مصر

فلسطین
یروشلم کی ماہانہ بارش
سالانہ اوسط بارش ۲۵ انچ
بلندی ۲۷۰۰ فٹ
سطح بحیرۂ روم سے
ایک انچ = ۴ ر
پیمانہ

1 2 3 4 5 6 7

J F M A M J J A S O N D

حیفہ بلندی
۳ فٹ سطح بحیرۂ روم

درجۂ حرارت

40 50 60 70 80 90

0 2 4 6 8 10

J F M A M J J A S O N D F
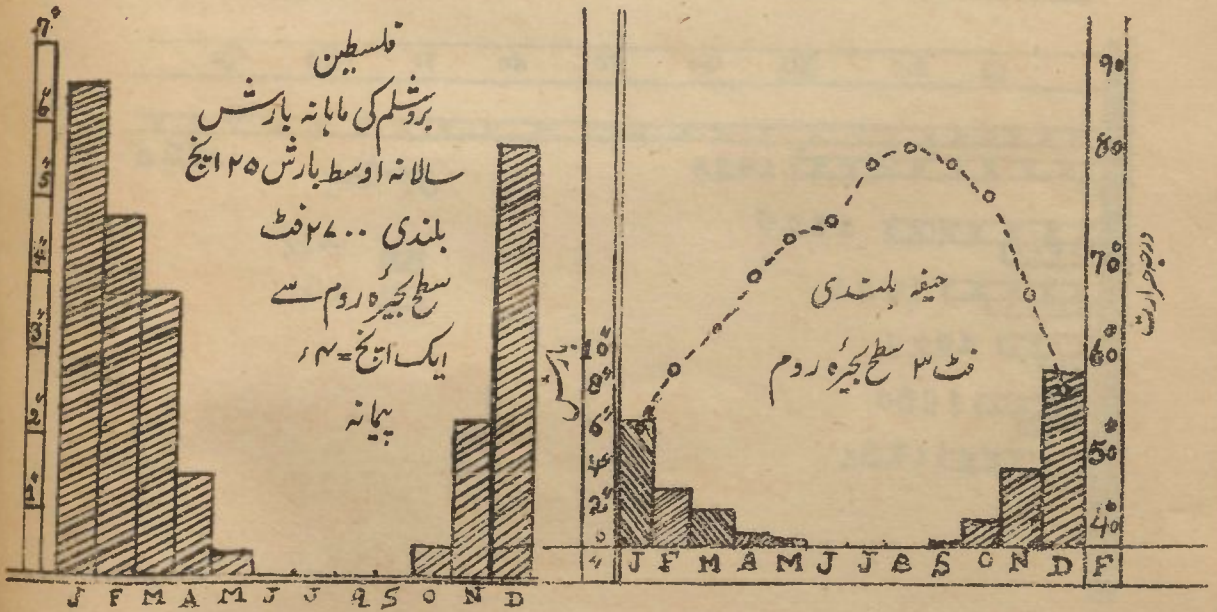
ارض فلسطین کا جغرافیہ

جناب ابرار حسین صاحب قادری ایم۔ اے علیگ
لکچرر جغرافیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

معدنی پیداوار

یہ مملکت معدنیات میں زیادہ دولتمند نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں ہیکل مقدس کی تعمیر کے لئے عمدہ قسم کا پتھر باہر سے لایا گیا۔ سونا۔ چاندی۔ تانبہ بھی بکثرت بلاد غیر کی کانوں کا پیش کردہ عطیہ تھا۔

تانبہ:۔ عرب سے آیا۔ حضرت سلیمانؑ کی ہیکل اعظم کے ستون اسی تانبہ سے بنائے گئے تھے۔

سونا:۔ عہدنامۂ عتیق میں سونے کے لئے چھ مختلف لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ ذہب زیادہ اور قدیم لفظ ہے یہ سونے کے رنگ کی رعایت سے رواج پذیر ہوا۔ توریت انجیل اور اکثر کتب تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے سونا فلسطین میں دستیاب نہیں ہوتا تھا بلکہ مصر کے راستہ سے ہسپانیہ سے لایا گیا تھا ہیکل اعظم میں سونے کے برتن رکھے گئے۔ اور عمارت کے اکثر حصوں میں افراط کے ساتھ لگایا گیا ہیکل اعظم کی تفصیل ہماری کتاب کے تیسرے حصہ میں دیکھئے یہودیوں نے سب سے پہلے اس کے سکہ بنائے۔

چاندی:۔ چاندی کا استعمال ہیکل اعظم کی مختلف دور کی تعمیر میں بکثرت مذکور ہے حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں چاندی اون کی سلطنت کے دوسرے حصوں میں بہت نکالی جاتی تھی۔ ہسپانیہ اور عرب سے اس کی بکثرت درآمد ہوتی تھی۔ بنی اسرائیل کے پاس مصر سے واپسی اور دشت ایمن کے قیام کے زمانہ میں بہت مقدار میں موجود تھی۔ حضرت موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں اسی چاندی سے انہوں نے گوسالہ بنایا تھا جس کا ذکر قرآن پاک

میں بھی موجود ہے۔ زیورات اور سامان آرائش کے لئے چاندی فلسطین میں عام طور پر استعمال ہوتی تھی حضرت سلیمانؑ کے عہد میں اس ملکت میں بالخصوص بیت المقدس میں اس کی بڑی افراط تھی۔

سیسہ :۔ بنی اسرائیل اس کے استعمال سے واقف تھے۔ وہ اس کو چاندی کے صاف کرنے اور دھاتوں میں ٹانکہ لگانے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اس کو بنی اسرائیل نے باٹ بنانے اور معماروں کی *Plummets* ساہل بنانے میں بھی استعمال کیا ہے یہ جبل سینا کی کانوں سے حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں اور مدّت بعد تک نکالا جاتا تھا خاص فلسطین میں اس کی کوئی کان نہیں ملتی۔

ٹین :۔ اس دھات سے بھی بنی اسرائیل قدیم سے واقف ہیں۔ مصر میں ہسپانیہ سے لایا جاتا تھا۔ اور وہاں غالباً برطانیہ سے بھی آتا رہا ہے۔ ٹیرائے کے میلون میں اس کی بڑی فروخت ہوتی تھی۔ اس کو تانبہ کے ساتھ ملا کر کانسہ بناتے تھے جو تانبہ کی بہ نسبت سستا پڑتا تھا اور سختی میں بڑھا ہوا تھا ہیکل کی تعمیر میں اکثر موقعوں پر کام میں لایا گیا ہے۔

پروفیسر کیسٹو* کے مضمون کے پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتک فلسطین دھاتوں کے لحاظ سے ایک غریب ملک ہے۔ ان کا بیان ہے" اگرچہ معدنیات کی تحقیقات پوری طور پر نہیں کی گئی ہے۔ مگر بظاہر کسی بڑے ذخیرے کی کوئی امید نہیں ہوتی۔ یہاں کی عام معدنی اشیاء میں عمارتی پتھر بہت دستیاب ہوتا ہے اور عام طور سے پہاڑی علاقوں میں برآمد کیا جاتا ہے پتھروں میں سُرخ پکّا پتھر یا چونے کا نرم سفید رنگ کا پتھر بہت عام ہے۔
انجیل مقدس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھر کا کوئلہ مضبوط چیکا مٹی۔ ادہامہ کی سُرخ مٹی۔ نائٹریٹ۔ نمک اور گندگ فلسطین کے اکثر حصّوں میں اوس دور میں دستیاب ہوتی تھی

* Casto

آجکل بھی یہ سب اشیاء منفعت کے درجہ تک ملتی ہیں۔ حکومت انگلستان کے انتظامات کرنے والے اصحاب ان امور کی بھی داد لینا چاہتے ہیں کہ انکے آنے سے بحیرۂ لوط کے اضلاع میں۔ کوئلہ تیل کے ہیبریان۔ گندک۔ پوٹاش وغیرہ کی درآمد بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ کوئلہ سنو ٹن تک سالانہ مقدار میں نکالا جا رہا ہے فاس فیٹ بھی بہت ملتا ہے اور اکھٹا کیا جاتا ہے اس کو کھاد کے لئے خاصکر استعمال کر رہے ہیں۔

ہیکل اعظم میں اور دیگر عمارتوں کی تعمیر میں جو قیمتی پتھر استعمال ہوئے ہیں اور جن جواہرات کا اس مملکت میں رواج رہا ہے وہ ہمیشہ بلاد غیر سے آتے رہے ہیں۔

مثلاً بنی اسرائیل اور انجیل کے عہد مقدس میں حسب ذیل جواہرات باہر سے لائے گئے تھے ابرق - یاقوت - زمرد - نیلم - پنّا - ہیرا وغیرہ مصر حبشہ سسلی اور عرب سے لائے گئے ہیں۔ جو عمارتوں میں آرائش کے لئے اور زیورات میں نمائش کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ سنگ سماق مختلف رنگوں کا پچی کاری کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ بھی باہر سے لایا جاتا تھا۔

فلسطین کی زراعت

نباتات اب وہوا اور مٹی کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے کہ ساحل کی آراضیاں اچھی مٹی کی ہیں اور بارش بھی کافی مقدار میں ہوتی ہے آجکل آبپاشی دوسرے ذرائع سے بھی ہو رہی ہے اس لئے ان علاقوں میں ہر قسم کی وہ فصلیں پیدا ہو سکتی ہیں جن کو سردی میں بارش کی ضرورت ہوا ور پالے یا برف سے پرہیز کرتی ہوں۔ اقتصادی حیثیت سے یہاں گیہوں۔ جو باجرا وغیرہ پیدا کیا جاتا ہے۔ جس کا مفصل ذکر آئندہ مناسب موقعہ پر ہوگا۔

ان آراضیوں میں آجکل باغات خاصکر سنترہ کے باغ بکثرت لگائے جا رہے ہیں۔ سنترہ یہاں کا عمدہ اور پسندیدہ ہے۔ انجیر عمدہ اور کافی افراط سے پیدا ہوتا ہے۔ اندرونِ ملک میں مٹی اور سطح اور فراہمی پانی پر درختوں اور گھاس کا دار مدار ہے۔ میدان سے ہٹکر ہم کو وسط کی پہاڑیاں ملتی ہیں اس حصۂ ملک میں نباتات بارش کی مقدار کے ساتھ بڑھتی گھٹتی ہیں۔ مغرب کی ڈھال پر بارش کا اوسط اچھا ہے ان حصوں میں نیز شمال جنوب کے ڈھالوں پر نہر اور کنوؤں کی آبپاشی کی مدد سے غلہ بھی اُگا لیا گیا ہے اور باغات بھی لگائے گئے ہیں۔ یہ علاقہ زیتون کے پاک درخت کے لئے خاص طور پر مناسب ہے۔ زیتون کے درخت کی تعریف مقدس کتابوں میں جا بجا آئی ہے ہم نے اس کے باغات اور صنعت کے بارے میں آگے چل کر کافی وضاحت سے لکھا ہے۔ انگور۔ انجیر۔ بہی۔ یہاں کے عام درختوں میں ہیں۔ انجیر کا درخت یہاں سایہ دار خیال کیا جاتا ہے۔ چند مخصوص درختوں اور پودوں کے نام جو انجیل مقدس میں بیان کئے گئے ہیں ہم اپنے ناظرین کی معلومات کے لئے درج کرتے ہیں۔ ان درختوں اور پودوں میں بیشتر اب تک دستیاب ہوتے ہیں۔ اس فہرست کے دیکھنے سے یہاں کی نباتات کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے

(۱) بادام۔ آجکل بھی کاشت ہوتا ہے اور تجارت کی ایک مد ہے۔

(۲) بلوط۔

(۳) خوبانی۔ آجکل بھی کاشت ہوتی ہے اور عمدہ قسم کی پیداوار ہے۔

(۴) جو۔ آجکل بھی عام طور پر کاشت ہوتا ہے۔

(۵) Bay-tree

(۶) مٹر۔ Bean گیہوں کے ساتھ کاٹی جاتی ہے آجکل بھی کاشت میں داخل ہے۔

(۷) Box۔ فلسطین کا یہ درخت انگریزی درخت کی قسم کا ہے جنگل کا درخت ہے۔

(۸) نیزرے کا بانس۔ Bulrush دریائے میرون کے کنارہ پر بہت ہوتا ہے یہ درخت یہاں کے سوا کہیں دوسرے ایشیائی ملک میں نہیں پیدا ہوتا۔ عہد نامہ عتیق میں اس کے واسطے کئی لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ بید کی ایک قسم ہے۔

(۹) ببول کی جھاڑیاں۔

(۱۰) اخروٹ کا درخت۔ Chestnut چیڑ کے درخت کی قسم کا بکثرت ہوتا ہے سال میں ایک مرتبہ اس کی چھال تنے سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

(۱۱) سنترہ۔ مملکت میں عام طور پر کاشت ہوتا ہے۔ یہودی اس کو ان میووں میں شامل کرتے ہیں۔ جو اللہ کی طرف سے ان کو بطور سوغات عنایت ہوئے تھے۔

(۱۲) جنگلی انگور ایک خاردار جھاڑی ہے جس کے پھول کی بو نہایت خراب ہوتی ہے۔ عام طور پر ابھی ملتی ہے جنگلی پودا ہے۔

(۱۳) گیہوں۔ باجرا۔ دالیں۔ انجیل میں مذکور ہیں۔

(۱۴) روئی۔ آجکل بھی کاشت میں داخل ہے۔

(۱۵) کھیرا۔ بہت عام ہے۔ آجکل یہودیوں کے آجانے سے اس کی کاشت بہت بڑھ گئی ہے

(۱۶) Dill اس کا پھل خوشبودار ہوتا ہے فلسطینی جنگلی پودا ہے کھیتوں میں کاشت میں داخل ہو گیا ہے۔ لگان بھی کسی زمانہ میں اس پر لیا جاتا تھا۔ دوائیں یا کھانوں کو خوشبودار بنانے میں اس کا بیج استعمال کرتے ہیں۔ غالباً ڈیل واٹر اسی کا بنتا ہے۔ جو بچوں کو ہاضمہ کیلئے دیا جاتا ہے۔

(۱۵) انجیر۔ انجیل مقدس میں یہ قدیم ترین درخت یہاں کا بیان ہوا ہے عربی میں اس کو تین کہتے ہیں فلسطین کے ہر حصہ میں جنگلی پودے یا کاشت کے پودے کی صورت

میں آجتک بہ افراط ملتا ہے۔

(۱۶) گول کدو۔ کدو ہر قسم کے ملکت کے ہر حصّہ میں بہ افراط ملتے ہیں۔ انجیل میں بھی ان کا مذکور ہے۔

(۱۷) املی کا درخت۔ اصل عربی۔ ہر قسم کی املی فلسطین میں پائی جاتی ہے اشیرہ ابرانی لفظ اس کے واسطے عہد نامہ عتیق آیا ہے۔

(۱۸) جنگلی بادام Hazel فلسطین کے شمالی حصّہ میں پیدا ہوتا ہے عرب والے بادام کی قسم میں داخل کرتے ہیں۔

(۱۹) رتم۔ وعربی نام۔ جنگلی جھاڑی کی قسم کا پودا ہے۔ وادی اردن میں بہت پیدا ہوتا ہے جنگل میں سایہ اس کا غنیمت سمجھا جاتا ہے لکڑی کو جلا کر کوئلہ بنا لیتے ہیں جو نفع کی چیز ہے۔ آجکل بھی دستیاب ہوتا ہے۔

(۲۰) پہاڑی گلاب۔ اس کے گود کو لوبان کی طرح جلاتے ہیں خوشبو دیتا ہے فلسطین میں اس کی کئی قسمیں دستیاب ہوتی ہیں عربی میں لدان ludan کہتے ہیں

(۲۱) عدس۔ عربی نام تلہن lentils سرخ تل بڑی قیمتی چیز خیال کیجاتی ہے انجیل میں عدس کو فلسطین کی پیداوار اور لوگوں کی خوراک بیان کیا گیا ہے آجکل بھی کاشت میں داخل ہے۔

(۲۲) پوست کا درخت۔

(۲۳) Mandrake بڑے بیر کے برابر کا پھل گودے دار ہوتا ہے اس کا پودا آلو کی قسم کا ہے۔ بیل ہوتی ہے پھول نیلا ہوتا ہے پھل کا رنگ زرد ہے۔ آجکل بھی عام طور پر ملتا ہے۔

نوٹ:۔ Mandrake ایران نام۔ دیو دُیم (شجر الفت) عربی نام تحفۂ ایمان (ثمر حیات) W. H. Thomas on page 2.

(۲۴) Mastick Tree، بحیرہ روم کے ساحل کے ملکوں میں ہر جگہ پایا جاتا ہے فلسطین کا اصل باشندہ ہے۔ سدا بہار جھاڑی ہے اس کا گوند تجارت کے اشیار میں زمانہ قدیم سے شامل رہا ہے۔

(۲۵) تربوز۔ مئی سے نومبر تک کثرت ہوتی ہے اسکی آجکل بھی کاشت کیجاتی ہے بڑے اور لذیذ ہوتے ہیں عام لوگوں کی خوراک ہے خشک علاقوں میں ریتلی زمین پر بہت کاشت ہوتی ہے مفصل ذکر آیندہ آئیگا۔

(۲۶) باجرا۔ مذکور ہو چکا۔

(۲۷) Mint، یہودی گوشت میں اس کا بیج بطور مصالحہ ڈالتے ہیں کئی قسم کے فلسطین میں ہیں آجکل بھی پیدا ہوتے ہیں۔

(۲۸) رائی۔ Mustard فلسطین میں آجکل بھی بہت پیدا ہوتی ہے۔

(۲۹) مہندی۔ ایضاً

(۳۰) Myrtle۔ فلسطین کا باشندہ ہے۔ ۲۰ فٹ اونچا درخت ہو جاتا ہے مگر تنا موٹا نہیں ہوتا۔ سفید خوشبودار پھول ہوتے ہیں جو یہودی اپنی عبادت گاہوں میں رکھتے ہیں۔ آجکل بھی ملتا ہے۔

(۳۱) زیتون

(۳۲) کھجور۔ بہت کثرت سے آجکل بھی ہوتی ہے۔

(۳۳) انار۔ شیریں اور بڑا ہوتا ہے۔

(۳۴) Rue۔ ریو معمولی قسم کی ترکاری ہے۔ اس کی مختلف قسمیں یہاں پیدا ہوتی ہیں۔ لوگ باغوں میں بو لیتے ہیں۔

(۳۵) آگ کا درخت۔ Colocynth، بحرہ لوط کے کناروں پر بہت ہوتا ہے پھول خوشنما ہے چھوٹے چھوٹے بیج ہوتے ہیں۔ ریشمی روئی نکلتی ہے۔
(۳۶) شہتوت۔ سفید اور سُرخ دونوں قسم کے یہاں ابتک پیدا ہوتے ہیں۔
(۳۷) انجیر۔ Sycamores جیریکو کے میدانوں میں پیدا ہوتا ہے۔
(۳۸) انگور۔ فلسطین زمانہ قدیم میں اپنی اچھی اور افراط سے انگور کی فصل اور قسم کے لئے مشہور تھا۔ عربوں نے کشمش بنانے میں اس کو استعمال کیا اب یہودیوں نے شراب کشی کی غرض سے اس کی کاشت میں بہت اضافہ کر دیا ہے مفصل ذکر آئندہ آئیگا۔
(۳۹) ، Artemisia - Wormwood ، اس کی متعدد قسمیں فلسطین میں پائی جاتی ہیں اپنی تلخ مزہ کے لئے مشہور رہے۔

جنگل اس معنی میں کہ درخت کثرت سے ایک جگہ پر جھنڈ میں ہوں اور ایسی قسم کے ہوں جن کی لکڑی۔ گوند۔ یا دیگر نوعیت میں اقتصادی حثیت سے مفید ہو تو فلسطین میں اس قسم کے جنگل کا فقدان ہے۔ ہاں ایسی آراضیات بہت کثرت سے ہیں جہاں موٹی خراب ذات کی گھاس بھیڑ بکریوں کے لئے افراط سے ملجاتی ہے۔ کچھ رقبے ایسی گھاس کے بھی ملجاتے ہیں جہاں مویشی پالی جاسکے۔ کھجور اور ببول ریگستانی علاقوں میں بہت ملتا ہے۔ اونٹ کا چارہ اور بدو لوگوں کی گذران ہی دو درختوں کے پھل پتی پر ہوتی ہے۔

زیتون۔ کاشت کے درختوں میں شامل ہے کہیں کہیں جھنڈ میں ملتا ہے۔ پروفیسر (Casto) کہتے ہیں۔ اِدہر اُدہر دو چار بڑے تنوار درخت ملجاتے ہیں جن کے دیکھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید پہلے زمانہ میں اس مملکت میں بڑا جنگل ہو گا۔ یوں مملکت میں ہر جگہ ہر قسم کی لکڑی کی بیحد کمی ہے۔ زیتون کا درخت اچھے قسم کی لکڑی کا واحد ذریعہ ہے۔ اس کی لکڑی کا فرنیچر

بنایا جاتا ہے اور دیگر چوبی دستکاری کی اشیاء بھی اس کی لکڑی سے بناتے ہیں.

انجیل مقدس میں جن درختوں کا ذکر آیا ہے (ہم پچھلے صفحات میں انکی فہرست بیان کر چکے ہیں) اب بھی یہاں جا بجا پائے جاتے ہیں۔ چند ہی دنوں سے جنگل کا تحفظ کئے جانیکا انتظام شروع ہوا ہے۔ گذشتہ دس سال کے تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہاں جنگل لگایا جائے (یعنی درخت جو اس آب و ہوا میں ہو سکتے ہیں کثیر تعداد میں لگائے جائیں) تو اچھی کامیابی کی امید ہے لوگ اب جنگل لگانے کی طرف متوجہ ہونے لگے ہیں۔ گورنمنٹ بھی عملی دلچسپی لے رہی ہے اس غرض کے لئے جگہ جگہ چند نرسریز قائم کی گئی ہیں (تاکہ یہاں کی آب و ہوا کے مناسب درختوں کا تجربہ کیا جائے اور ان کی پود پیدا کی جائے) ہوشیار اور مالی کا کام جاننے والے لوگ ملازم رکھے گئے ہیں. جو ریگستان کے حاشیہ کی زمین پر مفید مطلب جھاڑیوں کے جھنڈوں کو بگلا کر رہی ہیں تاکہ جنگل لگانے کے لئے جگہ کافی خالی ہو جائے۔"

۶۴۰۰۰۰۰

کل مملکت کا رقبہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے قریب دس ہزار مربعہ میل کے ہے یا چون سٹھ لاکھ مربعہ ایکڑ سمجھئے۔ اسس رقبہ میں سے بہت بڑا حصہ نباتات کے نمو کے لئے بیکار ہے۔ یہ رقبہ یا تو سنگلاخی ہے یا شور یا خشک ریگستان۔ بعض حصے جو قابل کاشت ہو سکتے ہیں وہ آبپاشی کا پورا انتظام نہونے کے باعث بنجر پڑے ہیں. بعض ساحل کے میدانی حصے ہوا کے لائے ہوئے ریت کے ٹیلوں یا ندی کی دلدل کے باعث کاشت کیلئے بیکار ہو گئے ہیں مگر اب انکو صاف کیا جا رہا ہے۔

قسم زمین	رقبہ کی پیمائش	کتنا حصہ	کل کا فی صدی
ناقابل زراعت یا باغات			
(۱) (اوسر)	تین ہزار مربعہ میل	⅓ (ایک تہائی)	۳۳ فی صدی
(۲) غیر معتبر (اس آراضی کی پوری جانچ نہیں ہو سکی ہے۔	اٹھارہ سو مربعہ میل	⅕ (پانچواں حصہ)	۲۰ 〃

کہ اس رقبہ میں زراعت اتنی کامیاب ہو کہ وہاں محنت اور سرمایہ لگانے سے پورا فائدہ ہو۔

۳. قابل کاشت ہے لیکن بڑا حصہ خشک ہی اور (پانچ ہزار دو سو مربعہ میل) قریب قریب نصف

کافی مقدار میں آسانی کے ساتھ بعض رقبوں میں آبپاشی کا انتظام نہایت دشوار اور کثیر محنت اور سرمایہ چاہتا ہے۔

زراعت کل رقبہ کو کاشت کے لحاظ سے گورنمنٹ اور ماہرین زراعت نے چار حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ نمبر۱ وسط کا پہاڑی حدبی علاقہ جس کا رقبہ تین۳ ہزار ایکڑ مربعہ ہے اس میں صرف تیرہ لاکھ ایکڑ مربعہ قابل کاشت آراضی نکل سکتی ہے۔ اس حدب کے تین قدیمی حصّہ ہیں نمبر۱ گلیلی کا ضلع۔ نمبر۲ سماریہ کا حصّہ۔ نمبر۳ یہودیہ کا رقبہ۔

کسی زمانہ میں یہ تین سلطنتوں میں بٹا ہوا تھا ہر ایک سلطنت تاریخی امتیاز رکھتی تھی۔ یہی وہ علاقہ ہے جہاں اہل رُدما نے پہاڑی ڈہال پر چبوترے بنا کر آراضی کو کاشت کے لئے وسیع کیا تھا اور آبپاشی کفایت کے ساتھ کر سکتے تھے۔ آجکل یہاں کاشت کے قابل بہت کم رقبہ ہے اور جو کچھ قابل کاشت ہے اس پر کام کرنے والے لوگوں کی تعداد بہت بڑھ رہی ہے اس لئے آراضی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ رہی ہے۔ لوگ پتھریلی آراضی کو بھی پھاوڑوں اور بیلچوں سے کھود کر بو رہے ہیں۔ آبپاشی یہاں ایک سخت مصیبت ہے مٹی سخت اور کمزور۔ پانی نایاب ان دو باتوں نے فصل کی قسم کو خراب اور پیداوار کی مقدار کو کم کر دیا ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ جن علاقوں میں کاشت نہیں ہو سکتی ان میں باغ لگائے جائیں۔ یہ علاقہ زیتون کے جنگلات کا علاقہ ہے لیکن آج کل زیتون کے جنگل کم ہو گئے ہیں اس لئے گورنمنٹ اور عام لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ زیتون کے باغوں کو بڑھایا جائے تجارت کے لحاظ سے یہ کام بہت مفید ثابت ہوگا اور یہاں کی آبادی کیلئے مزدوری بھی نکل آئیگی۔ عرب ان آراضیوں کے متعلق بھی یہودیوں کی شکایت کر رہے ہیں ان کو اندیشہ ہو رہا ہے کہ میدانوں کو قبضہ میں لانے کے بعد یہودیوں کی یورش ان پہاڑی اضلاع کی طرف ہو گی۔ اس حدب کا شمالی حصّہ گلیلی ہے جو حضرت مسیح کی پیدائش گاہ ہے۔ وسط کا حصّہ سماریہ کا علاقہ ہے حضرت داؤد اس علاقہ میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ جنوبی حصّہ کا نام یہودیہ ہے۔ اس حصّہ میں بیت المقدس (یروشلم) کا پاک شہر آباد ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس سے

زیادہ پاک اور آفت زدہ کوئی دوسرا شہر دنیا میں نہیں۔

نمبر ۲۔ فلسطین کے میدان۔ نقشہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ مملکت کے مختلف حصوں میں میدان پھیلے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑا میدانی علاقہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے بحیرۂ روم کے ساحل سے وسط کے حدب تک شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے۔ دوسرا میدان۔ وادی اردن یا جوف کہلاتا ہے یہ وسط کے حدب اور مشرقی سطح مرتفع کے درمیانِ مملکت میں سب سے نیچا حصہ ہے اس کی سطح بحیرۂ روم کی پانی کی سطح سے کئی سو فٹ نیچی ہے۔

تیسرا۔ وادی اسیدرون حدب کے شمال میں واقع ہے جس کا ایک حصہ وادی جزریل کہلاتا ہے۔ اس کے ایک گوشہ کا نام جو جنوب مشرق کی طرف نکلا ہوا ہے نجلنی کا میدان ہے۔ یہ کل علاقہ کے ساحلی میدان سے شمال مغرب میں ملتا ہے اور غور یا جوف کی وادی سے جنوب مشرق میں ملتا ہے یہ میدان وسط کے حدب اور شمال کی بلندیوں کے درمیان میں واقع ہے اس کی سطح درمیان میں ایک ہزار فٹ بلند ہو جاتی ہے لیکن دونوں سروں پر گرتی ہوئی پانچ سو فٹ تک پہونچتی ہے۔ مشرق سے مغرب کی طرف آنے کا یہ قدیم راستہ ہے۔

چوتھا۔ میدانی رقبہ ہیلہ جھیل کے قریب مملکت کے شمال مشرق میں پھیلا ہوا ہے یہ ہیلہ جھیل کے ارد گرد ہوتا ہوا جنوب میں بحیرۂ طبریہ تک آتا ہے اس کی سطح بحیرۂ روم کی پانی کی سطح سے پانچسو فٹ ہے۔ اکثر حصہ اس کا دلدلی ہے اگر اس کو خشک کر لیا جائے تو بڑا رقبہ قابل کاشت دستیاب ہو جائے گا۔ یہودیوں کی آبادی اس علاقہ میں بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

نمبر ۳۔ بیر شیبہ۔ اس وقت یہ رقبہ بیشتر غیر مزروعہ ہے۔ بدو لوگ اپنے اونٹ اور بھیڑیں چرایا کرتے ہیں عربوں کے شیوخ کا اس علاقہ پر پورا تسلط ہے۔ اس کی مٹی ہوا کی اُڑائی ہوئی مہین ریت کے جمنے سے بنی ہے جس کو انگریزی میں Loess کہتے ہیں۔ پانی یہاں نایاب شے ہے۔ مگر یہ علاقہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے کنواں کا علاقہ ہے بیر عربی میں کنوں کو کہتے ہیں۔ اگر کنواں کا پورا انتظام ہو سکے تو بڑا حصہ اس ریگستانی اراضی کا زیر کاشت آسکتا ہے۔

چھوتھا حصہ نجیب کہلاتا ہے یہ مملکت کا جنوبی حصہ ہے اصل صحرائے عرب کا شمالی حصہ ہے اس رقبہ میں کاشت کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ یہاں کی مٹی ریتلی کمزور پانی نایاب ہے۔

علاقہ	رقبہ کل	رقبہ قابل زراعت	رقبہ ناقابل زراعت	رقبہ یہود کے تحت میں
نمبر۱ پہاڑی علاقہ گلیلی۔سماریہ۔یہودیہ	۲۰۰۰۰۰۰ بیس لاکھ ایکڑ	۱۳۰۰۰۰۰ تیرہ لاکھ ایکڑ	۷۰۰۰۰۰ سات لاکھ ایکڑ	
نمبر۲۔ میدانی علاقہ				
(الف) بحیرۂ روم کا ساحل	۸۰۰۰۰۰ آٹھ لاکھ ایکڑ	۶۰۰۰۰۰ چھ لاکھ ایکڑ	۲۰۰۰۰۰ دو لاکھ ایکڑ	
(ب) عکہ میدان	ایک لاکھ چالیس ہزار ایکڑ	۹۵۰۰۰ پچانوے ہزار ایکڑ	۴۵۰۰۰ پینتالیس ہزار ایکڑ	اس وقت چورانوے ہزار ایکڑ زیر کاشت ہے
(ج) وادی اُسیدرون	ایک لاکھ ایکڑ	کل قابل کاشت ہے		
(د) ہیلہ کا میدان	اڑتالیس ہزار	کل قابل کاشت ہے	دلدل کی وجہ سے کاشت ممکن نہیں اگر خشک ہو جائے تو کل حصہ کاشت ہو سکتا ہے	
(ہ) وادی اردن مع وادی جبزدیل	۲۶۶۰۰۰ دو لاکھ چھیاسٹ ہزار	۱۴۰۰۰۰ ایک لاکھ چالیس ہزار	ایک لاکھ چھبیس ہزار ایکڑ۔ اس علاقہ میں آبپاشی آسان ہے اور اگر پورا انتظام ہو تو غلّہ کے علاوہ ہر قسم کی ترکاریاں شروع فصل میں پیدا ہو سکتی ہیں جن کی ملک میں مانگ بڑھ رہی ہے۔ شام اور مصر کو بھی یہاں کی ترکاریاں بھیجی جا سکتی ہیں۔	
نمبر۳۔ بیرشیبہ	۸۰۰۰۰۰ آٹھ لاکھ ایکڑ	۴۰۰۰۰۰ چار لاکھ ایکڑ	نصف	کنوئیں کی آبپاشی کا علاقہ ہے۔
نمبر۴۔ نجیب۔ جنوبی ریگستان	۲۱۷۰۰۰ ایک لاکھ ستر ہزار		کل	بالکل نہیں

طریقہ اور آلات کاشتکاری

ایشیا کے دیگر ممالک کی طرح فلسطین اپنے رسم و رواج میں قدامت پرست اور سست رو ہے اکثر طریقے اور آلاتِ کاشتکاری ابھی تک یہاں وہی رائج ہیں جو حضرت مسیحؑ کے زمانہ میں کام میں لائے جاتے تھے ہندوستانی کسان کی طرح فلاحین بھی اُنہیں چیزوں کو استعمال کرتے ہیں جو آسانی سے اس کے قرب و جوار میں ملتی ہیں اور اس کے گاؤں کا بڑھئی یا لوہار سستے داموں میں وقت کے وقت درست کر دیتا ہے۔ فلاحین کو کاشتکاری کے لئے ایک چھوٹا ہلکا ہل پتلی لوہے کی پھار کا چاہئے جو اپنچ سوا اپنچ گہری لکیر بنا دے اور جس کو ناٹے دیسی بیل کھینچ سکیں ایک درانتی فصل کاٹنے کے لئے۔ پٹیلہ اور کسی یا پھاوڑا زمین کھودنے کے واسطے کافی ہے۔ یہاں بارش اکتوبر سے شروع ہوتی ہے دو چار پانیوں کے بعد جب زمین کچھ نرم ہو جاتی ہے تو دو ایک جوتیاں کر لیتے ہیں اور آخر اکتوبر تک گیہوں اور جو کی بوئی ختم ہو جاتی ہے۔ فلاحین کو جدید طریقہ کے بھاری ہل کے استعمال میں وہی اعتراض اور دقت ہے جو ہمارے صوبہ متحدہ کے کسانوں کو ہوتی ہے۔ یعنی

نمبر ۱۔ نئے طرز کا ہل زمین گہری کھودتا ہے اس وجہ سے جلد اُس کی طاقت ختم ہو جاتی ہے۔

نمبر ۲۔ اس ہل کیلئے قیمتی بیلوں کی جوڑی کی ضرورت ہوتی ہے اِن بیلوں کا خرچ دیسی بیلوں کے خرچ سے بہت زائد ہے۔ جو غریب کاشتکار برداشت نہیں کر سکتا۔

نمبر ۳۔ اس ہل کے ساتھ کئی دوسرے آلات کاشت استعمال کرنا پڑتے ہیں جن کو گاؤں کا بڑھئی اور لوہار وقت ضرورت درست نہیں کر سکتا اور درستی کرانے میں زیادہ خرچ ہوتا ہے۔

نمبر ۴۔ زمین کمزور ہو جاتی ہے لہٰذا جلد جلد زائد مقدار میں عمدہ قسم کی کھاد کی ضرورت ہوتی ہے اس کے واسطے کسان کے پاس سرمایہ نہیں۔

نمبر ۵۔ بارش کی مقدار اور وقت قابلِ اعتبار نہیں خاصکر سردی کی بارش اس لئے چاہی یا نہری آبپاشی کی ضرورت ہوتی ہے اُس کے ذرائع محدود اور لگان گراں ہے۔

گیہوں باجرا (ذرہ) جو۔ تلہن مسور۔ روئی۔ تمباکو وغیرہ عام مملکت کی زراعت کی فصلیں ہیں
جو شروع بارش یعنی ابتدائی جاڑوں میں بو دی جاتی ہیں اور تین چار مہینے میں کٹجاتی ہیں یا درمیان
جاڑوں میں کاشت کی جاتی ہیں اور شروع گرمی تک کٹ جاتی ہیں۔ گرمی کا موسم سخت گرم اور
خشک ہوتا ہے، ہمارے صوبہ کے کسان کی طرح فلاحین بھی اس گرم موسم میں اپنے ناج کو صاف
کرتا۔ تلہن کو پیلیتا بھلوں کو دیکھ بھال کرتا اور آرام کرتا ہے۔

بونی چھوٹے ناج کی بیج بکھیر کے کی جاتی ہے ورنہ گیہوں وغیرہ ہل کے ساتھ بوئے جاتے ہیں۔
کٹائی اور نرائی کا وہی طریقہ ہے جو ہندوستان میں عام طور پر رائج ہے۔ عورتیں یا بچے نرائی کرتے ہیں
یہاں گیہوں کو چار چھ نرائیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کٹائی ہاتھ سے کی جاتی ہے مرد کھیت کاٹتے ہیں بچے
اور عورتیں پولیاں باندھتی ہیں۔

کٹائی کے وقت اگر پودا اونچا ہوتا ہے تو اُس کا کافی حصّہ کھیت میں چھوڑ دیتے ہیں جو مویشی کی
چرائی کے کام آجاتا ہے۔ اگر پودے چھوٹے ہوتے ہیں تو درانتی کی بھی ضرورت نہیں ہوتی یونہی ہاتھ سے
اوکھیڑ دیئے جاتے ہیں۔

جب پولیاں زیادہ تعداد میں ہو جاتی ہیں تو اُن کو اُٹھا کر اونٹ یا گدھے کی پیٹھ پر یا بیل گاڑی
میں لاد کر صاف زمین پر جو کھیت کے قریب کسی گاؤں میں خالی ہوتی ہے اور جس کو پانی چھڑک کر
اور کوٹ کر مضبوط سخت سطح کی بنا لیتے ہیں پیر لگانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ جب پولیاں اکٹھی
ہو جاتی ہیں تو اُن کو ہاتھوں سے گولائی میں پھیلا دیتے ہیں اور پھر اُن پر دائیں چلائی جاتی ہے۔
دائیں میں بیل لگاتے ہیں اگر بیل میسر نہیں ہوتے تو اونٹ گدھے استعمال کئے جاتے ہیں اگر یہ بھی نہ مل سکیں
تو لکڑیوں سے کوٹ پیٹ کر دانہ علیحدہ کر لیتے ہیں دائیں ہندوستانی طریقہ کے مطابق ان پولیوں پر
گھومائے جاتے ہیں اور اس طرح غلہ بھوسہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔ جب بھوسہ چھوٹا ہو جاتا ہے اور دانے
علیحدہ ہو جاتے ہیں تو ناج سیلایا جاتا ہے۔ اس کا بھی طریقہ ہمارے طریقہ سے ملتا جلتا ہے یعنی
ہوا کے رُخ پر کھڑے ہو کر ڈھیلوں میں ٹوٹا ہوا بھوسہ بھرتے ہیں اور اُس کو آہستہ آہستہ زمین پر

بکھیرتے جاتے ہیں ہوا کی مدد سے بھوسہ علیحدہ ذرا فاصلہ پر جمع ہو جاتا ہے اور دانے ہاتھ کے نیچے جمع ہوتے جاتے ہیں۔ سیلانے کے لئے یہاں چھلنیاں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ دو قسم کے چھلنے ہوتے ہیں ایک موٹے چھیدوں کا جو دانوں کو نکال دیتا ہے اور کنکریوں کو روک لیتا ہے دوسرا مہین چھیدوں جو خاک مٹی پھینک دیتا ہے اور دانوں کو روک لیتا ہے۔

باغبانی زیتون۔ انگور۔ کھجور۔ سنترہ۔ انجیر۔ بادام اور خوبانی یہاں کے باغوں کے سوغات ہیں۔ ان پھلوں کے نام عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید میں بھی ملتے ہیں۔ باغبانی فلسطین کے باشندوں کا پرانہ پیشہ ہے یہ لوگ اس کام سے ابتک کافی نفع اٹھاتے رہے ہیں لیکن یہ پیشہ بھی زراعت کی طرح قدیم طریقوں پر کیا جاتا ہے۔ اس میں کاشتکار یا باغبان خود معہ اپنے بال بچّوں کے لگا رہتا ہے۔

پانی دینے کا مسئلہ یہاں بڑا سخت ہے مختلف طریقوں پر آبپاشی کنواں اور نہروں سے کیجاتی ہے۔

رومیوں کے زمانہ میں آبپاشی کو حکومت نے آسان اور سستا کر دیا تھا کئی کئی نہریں اور کنوئیں تیار کرائے تھے اور رقبہ آبپاشی بھی بڑھ گیا تھا مسلمانوں کے زمانہ میں مختلف سلطنتوں کا دور رہا لیکن ہر عہد میں کسان اور باغبان کیلئے آبپاشی کے سامان مہیّا کرنے اور اس کو آسان بنانے کی کوشش حکومت کی طرف سے جاری رہی ابتک مختلف اضلاع میں بڑے بڑے کنوئیں اسلامی حکومت کے بنائے ہوئے ہزاروں بیگہ آراضی کو کاشت اور باغ کے لئے سیراب کرتے ہیں۔ چند مقامات کے ہم ذیل میں نام درج کرتے ہیں جہاں مسلمان حکومتوں اور زمینداروں نے کنوئیں تعمیر کرائے نہریں بنائیں یا چشموں کے پانی کو روک کر حوض بنائے اور مناسب طریقہ پر نہریں بنا کر آبپاشی کو ترقی دی۔

بیر شیبہ[۱]۔ عین الداغ[۲]۔ قصر العجلہ[۳]۔ عین الہود[۴]۔ بیر ایوب[۵]۔ عین الکلام[۶]۔ بیر اسرائیل[۷]۔ بیر الحمامہ[۸]۔ عین الہردن[۹]۔ نتھر کا خوبصورت بنا ہوا ہے جو بارش کے زمانہ میں پانی سے بھر جاتا ہے۔ پانی پینے اور آبپاشی کے استعمال آتا ہے۔

یروشلم[۱۰] کا حوض۔ بہر نوع آبپاشی اور ملک کی شادابی کی کوشش مسلمان حکومت کرتی رہی اور مسلمان زمینداروں نے مملکت کو حتی المقدور فروغ دینے کی کوشش کی یہ بات محض غلط اور

یہودیوں کا پروپیگنڈا ہے کہ تمام شادابی اور زراعتی یا باغبانی ترقی اور اصلاح اس مملکت میں انگریزوں اور یہودیوں کے آنے سے ہوئی ہے۔

پانی اوٹھانے کے لئے رہٹ استعمال کئے جاتے تھے اور جس طرح اونچی نالیاں یا آبپاشی کا انتظام شاہجہاں نے تاج محل کے باغ میں کیا ہے وہی انداز یافتہ اور دیگر مقامات پر یہاں کے باغوں میں ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مغل اور پٹھان بادشاہوں نے آبپاشی کا طریقہ ان عربی ممالک سے لیا ہے۔

زراعت کے مویشی۔ بیل عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اونٹ رہٹ چلانے اور غلّے کے باربرداری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ گدھے اور خچر بنجارے استعمال کرتے ہیں۔ غریب کسان گدھے کو یا اونٹ کو ہل میں استعمال کرلیتا ہے۔

کھجور اور سنترہ۔ کھجور زیادہ تر مشرقی حصّہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اور سنترہ ساحل کی آراضیات پر آجکل سنترہ نہروں سے سینچا جاتا ہے اس کا رقبہ اور پیداوار گذشتہ بیس برس میں بہت بڑھ گئی ہے اور اس کی قیمت مملکت کا بڑا ذریعہ آمدنی ہے مفصل بیان پیداوار آگے آئیگا۔

زیتون۔ زیتون متبرک درخت ہے لوگ صبح کو کاروبار شروع کرنے سے پہلے تھوڑا سا تیل چکھ لیتے ہیں اور چہرہ پر مل لیا کرتے ہیں۔ صابن سازی اور کھانا پکانے میں عام طور پر اسکا تیل استعمال ہوتا ہے اس کے باغ عربوں کے زمانہ میں بھی کثرت سے تھے اب یہودی اور حکومت انتداب اس کی پیداوار کو ترقی دینے کی کوشش کررہی ہے جیسا ہم اوپر بیان کرآئے ہیں زیتون فلسطین کا باشندہ ہے اسکو یہاں کی آب وہوا اور ناقص پتھریلی مٹی بہت پسند ہے اس لئے ذراسی کوشش سے زیتون کے باغونکا رقبہ بہت جلد بڑھ جائیگا۔

انگور۔ انگور عمدہ میووں میں شمار کیا جاتا ہے۔ قدیم زمانہ سے اس کی کاشت ہوتی ہے۔ یہاں کے کاشتکار انگور کو یا تو اونچے درختوں پر چڑھا دیتے ہیں یا ٹیٹوں پر اوڑھاتے ہیں۔ یا چٹانوں کے سہارے پھیلا دیتے ہیں اور اگر کچھ ممکن نہیں ہوتا تو پودوں کو قریب قریب کاشت کرکے چند کو اکھٹّا ساتھ

اُٹھا کر باندھ لیتے ہیں یا بیل کو زمین ہی پر پھیلنے کا موقع دیا جاتا ہے۔

بارش پر اس کی فصل کا اچھا برا ہونا زیادہ انحصار کرتا ہے مسلمانوں (عربوں) کے زمانے میں انگور کشمش بنانے کے کام آتا تھا شراب کشی کی اجازت نہیں تھی۔ اب انگریزوں اور یہودیوں کے آنے سے شراب کشی کا کام بہت بڑھ گیا ہے یوں آب و ہوا انگور کو فلسطین کی نہایت موزوں ہے گرمی کے موسم میں دن کی دھوپ اور رات کی اُوس انگور کو پکا کر مزیدار بنا دیتی ہے انگور کی کہاوت فلسطین میں یوں مشہور ہے کہ گرمی میں میٹھے پھٹتے ہیں اور سردی میں سر چڑھاتے ہیں کیا خوب دنیا ہے!

؎ سعدیؒ۔ چو باغباں بزند بیشتر دہد انگور۔

شروع گرمی میں انگور کی باڑیوں کو کھودتے ہیں اور انگور کو تراش دیتے ہیں اگر ممکن ہو تو ہل بھی چلا دیا جاتا ہے۔ اس کی نرائی کے وقت ہمیں جڑوندوں کو کھود کر پھینک دیا جاتا ہے تاکہ جڑ موٹی ہو اور موسلی اندر گہرائی میں پانی کی تلی تک پہونچے جب انگور کی جڑیں پانی تک پہونچ جاتی ہیں تو آبپاشی کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ صورت اس جھاڑی کو سدا بہار بنا دیتی ہے۔

فلسطین میں خوش نصیب وہ ہے جو اپنی انگور کی ٹیٹوں میں رہے اور انجیر کے سایہ میں سوئے

باڑیاں:۔ مملکت کی اب و ہوا ترکاریوں کے لئے نہایت موزوں ہے اسدرون کے میدان کی آراضی اچھی ترکاریوں کے لئے خاصکر مشہور ہے یہاں کی آب و ہوا میں ہر ترکاری موسم کے شروع میں پیدا کر لی جاتی ہے یہودی دولتمندوں کے آجانے کے سبب اچھی اور مختلف قسم کی ترکاریوں کے لئے اچھا بازار کھل گیا ہے۔ کھیرا۔ ٹماٹو۔ پیاز اور دوسری ترکاریاں اور ساگ کی ہر وقت مانگ رہتی ہے

عرب ترکاری فروش تل عقیف کے بازار میں ممتاز اور نمایاں ہے یہودی نوآبادیاں ابھی اس قابل نہیں ہوئیں کہ شہر کو سبز ترکاریاں مہیا کر سکیں۔ یہ ترکاریاں عربوں کے گاؤں سے آتی ہیں۔ اور اچھا نفع کا کام ہے۔

ترکاریوں کے علاوہ یہاں تربوز خربوزہ بھی اچھا اور بہت ہوتا ہے۔ تربوز کی کاشت ابتک

بالکل عربوں کے ہاتھ میں ہے۔ تربوز میٹھا اور گودیدار ہوتا ہے خشک زمینوں میں اس کی کاشت ہوتی ہے اور بڑی کثرت سے مصر بھی جاتا ہے۔

ایک عرب یہودیوں کی بھیڑ میں اپنے بڑے رسیلے تربوز لئے کھڑا ہے۔ آج سات ہفتوں کے انتظار کے بعد یہ تربوز تل عفیف کے بازار میں آئے ہیں یہ واقعہ ۱۹۳۶ کی شورش کا ہے جسکو ایک نامہ نگار نے لکھا ہے۔

اقتصادی حصّہ

پھلوں کی پیداوار

زیتون۔ فلسطین میں قریب ایک لاکھ تیھتر ہزار ایکڑ رقبہ زیتون کے باغات کی کاشت میں گھرا ہوا ہے۔ اوپر ہم بیان کر آئے ہیں کہ زیتون کے واسطے ایسے رقبے ٹھیک کئے جارہے ہیں جہاں دوسری اقتصادی فصلیں کامیابی سے پیدا نہیں ہوتیں درمیان کے حدب کے مغربی ڈھال یا ادھر اودھر کی آراضیات جو اس حدب سے متصل ہیں زیتون کے باغوں کے لئے موزوں خیال کی گئی ہیں اس کی فصل کاشتکاروں کی فلاح اور خوشحالی کا باعث ہے۔ اوّل تو یہ کہ گھر بھر کو کام ملجاتا ہے مرد عورت بوڑھا بچّہ سب زیتون کے پھلوں کے توڑنے اُن کو اکٹّھا کرنے اور تیل نکالنے میں گئے ہیں جینے لگے رہتے ہیں۔ فلسطین کا طریقہ باغبانی ابھی تک قدیم طرز کا ہے زیتون کے درخت کو دو تین باتوں کی خاص طور پر ضرورت ہوتی ہے اگر ان باتوں پر پورے طور پر عمل درآمد نہ کیا گیا تو پھل ناقص اور تیل کم مقدار میں نکلتا ہے۔ اوّل۔ ہوشیاری کے ساتھ مناسب وقت پر درخت کو چھانٹا جائے۔

دویم۔ درخت پھل توڑنے کے لئے لکڑیوں سے نہ جھاڑا جائے اس سے درخت کو بہت نقصان پہونچتا ہے۔

یوں تو اکثر درخت اور جھاڑیاں بحیرۂ روم کے ساحل کے ممالک کی سدا بہار ہیں لیکن زیتون اس سب میں ممتاز اور سرفراز شجر ہے۔ درخت بہت اونچا نہیں ہوتا اس کو بڑھنے اور جوان ہونے کے لئے ایک بڑی مدّت درکار ہے۔

جس طرح ہمارے صوبہ (متحدہ) میں املی اور کھرنی کے درختوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ جو بوتا ہے اُس کے پوتے پھل کھاتے ہیں اس طرح فلسطین میں کہاوت ہے کہ انجیر انار وغیرہ ایک کسان اپنے کھانے کے لئے کاشت کرتا ہے لیکن زیتون کے باغ اپنے بیٹوں اور پوتوں کے لئے لگاتا ہے لکڑی لوگ نادانی سے جلانے کے کام میں بھی لے آتے ہیں مگر یہ ٹھیک نہیں لکڑی سخت اور اچھے ردے کی ہوتی ہے جس کو صندوقچہ سازی یا فرنیچر سازی میں مفید طریقہ پر صرف کیا جا سکتا ہے۔

زیتون کا درخت جڑ دندوں سے بویا جاتا ہے۔ پرانے درخت کی جڑوں میں بانسی کی جڑ دندوں کی طرح کلّے پھوٹ آتے ہیں ان کو لوگ اوٹھا لیتے ہیں اور کاشت کے لئے لگاتے ہیں بیج یا قلم سے درخت نہیں لگایا جاتا۔ دیکھا گیا ہے کہ جنگلی خود رو درخت کے جڑ دنڈے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں باغبان ان کو باغ کے جڑ دندوں پر ترجیح دیتا ہے درخت کو پرورش پانے کے لئے پندرہ برس چاہئیں۔ ہمارے یہاں تخمی آم دس برس میں اور قلمی آم پانچ برس میں پھل دیتا ہے لیکن زیتون پندرہ اور بیس برس کی عمر میں پورا جوان ہوتا ہے اور پھل لاتا ہے۔ آم کی طرح زیتون میں بھی فصل کسی سال زیادہ اور کسی سال کم ہوتی رہتی ہے۔ ہر سال یکساں اور برابر مقدار پھلوں کی نہیں ہوتی۔ اگر پھول آنے کے زمانہ میں راتیں زیادہ نم ہونے لگیں یعنی شبنم زیادہ مقدار میں گرے تو پھل خراب ہو جاتا ہے۔ پھل نومبر کے آخر تک پک کر تیار ہو جاتا ہے۔ پھل کے پکنے کا زمانہ فلسطین میں سیل اور تفریح کا زمانہ ہے۔ یہاں کی بہار یہی ہے۔ عورتیں جس طرح ساون میں ہندوستان میں گیت گاتی اور خوشی مناتی ہیں اسی طرح فلسطین کی عورت اپنے جذبات اور مسرتوں کو اس زمانہ میں ظاہر کرتی ہے وہ گاتی ہے۔ پھل توڑ توڑ کر ناچتی اور تھرکتی ہے مرد بھی خوش اور پُرجذبات ہوتا ہے۔

پھل توڑنے کے طریقے

نمبر۱۔ لکڑیاں مار کر درختوں کی شاخوں کو جھاڑا جاتا ہے۔ یہ طریقہ نہایت بھونڈا ہے پھل کچل جاتا ہے اور مٹی میں گرنے کی وجہ سے کرکرا ہو جاتا ہے تیل خراب دیتا ہے درخت کی شاخیں اسطرح ٹوٹتی ہیں کہ درخت کو کافی نقصان ہوتا ہے۔

نمبر۲۔ دوسرا طریقہ اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو ایک آدمی درخت پر چڑھ کر پھل دار شاخوں کو ہلاتے ہیں درخت کے نیچے مرد اور عورتیں بچے بڑی بڑی چادریں پھیلائے ہوتے ہیں جو پھلوں کو چادروں میں لے لیتے ہیں زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ اس طریقہ سے درختوں کو نقصان نہیں پہونچتا اور نہ پھل خراب ہوتا ہے پھل توڑنے اور جمع کرنے کے لئے محلے بھر کی عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے ہیں خوب خوشی خوشی پھل توڑے اور جمع کئے جاتے ہیں۔

زیتون کی فصل کے اعداد

وزنی پاؤنڈ۔	15,500,000	1929-30
"	5,000,000	1930-31
"	33,900,000	1931-32
"	6,600,000	1932-33

پھل کچا پکا کھایا جاتا ہے لیکن اصلی مصرف فصل کا تیل نکالنا ہے۔ زیتون اُن درختوں میں ہے جن کی جملہ چیزیں انسان کے مصرف میں بخوبی مفید طریقہ پر آجاتی ہیں۔ زیتون کا تیل مختلف طریقوں سے استعمال میں آتا ہے مثلاً

نمبر۱۔ صابن سازی۔ مملکت میں زیتون کے تیل کا صابن بہت بنتا ہے۔ ہم صنعت کے ساتھ اوس کو بیان کریں گے۔

نمبر۲۔ مکھن اور گھی کے طریقہ پر کھانا پکانے یا خالص طور پر روٹی سے کھانے کے کام آتا ہے لوگ تیل میں ڈبو کر یا تیل سے چپڑ کر روٹی کھاتے ہیں۔ حضرت رسولؐ کو بہت پسند تھا۔

نمبر ۳۔ مکانوں اور عبادت گاہوں میں اس کے تیل کے چراغ جلاتے ہیں۔

نمبر ۴۔ پادری صاحبان اکثر موقعوں پر عبادت کے وقت لوگوں کے سر پر برکت کے واسطے اس کا تیل ملتے ہیں۔

نمبر ۵۔ یوں بھی تیل پی لیا جاتا ہے فلسطین میں تو یہ عام رواج ہے کہ لوگ صبح کو اپنا کاروبار شروع کرنے سے پہلے تھوڑا سا تیل پی لیتے ہیں اس کو اچھا شگون خیال کیا جاتا ہے۔

نمبر ۶۔ دواؤں میں بھی کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ بچوں کے بدن پر ملتے ہیں جس سے بچہ تندرست رہتا ہے۔

فلسطین کے پھلوں کا تیل جھرپ زیادہ دیتا ہے اس لئے ناقص یا ادنیٰ قسم کا خیال کیا جاتا ہے لیکن یہ عیب آب وہوا یا پھل کی خرابی کے باعث نہیں بلکہ تیل نکالنے کے طریقوں کے سبب اس میں پیدا ہو گیا ہے اگر احتیاط اور صفائی کے ساتھ تیل نکالا جائے اور صاف عمدہ برتنوں میں رکھا جائے تو ہرگز یہ نقصان باقی نہیں رہیگا۔ اور تیل کی مقبولیت بازار میں بڑھ جائے گی۔ آجکل حسب ذیل طریقے تیل نکالنے کے فلسطین میں رائج ہیں۔

نمبر ۱۔ پرانے قسم کے کولھو میں پیل کر تیل نکالتے ہیں یہ طریقہ ہمارے ملک کے سرسوں اور تل کے تیل نکالنے کے طریقہ سے ملتا جلتا ہے۔ اونٹ یا گدھے یا بیل کی آنکھیں باندھ کر کولھو میں گھوماتے ہیں ان کولھوؤں میں پھل ٹوٹ پھوٹ کر ایک ملغوبہ سا بن جاتا ہے اس ملغوبہ کو کپڑے کی تھیلیوں میں یا کھجور کی پتیوں کی ٹوکریوں میں بھر کر دوبارہ پریس یا چرخی میں دبایا جاتا ہے۔ اس چرخی میں دبنے کے بعد تیل باہر نکلتا ہے۔

نمبر ۲۔ غریب آدمی پھلوں کو پیروں سے روندکر تیل نکالتے ہیں اس میں تیل خراب بہت ہوتا ہے اور میلا ہو جاتا ہے۔

نمبر ۳۔ عورتیں بعض اوقات بلکہ تجارت کی غرض سے بھی پھلوں کو ہاون دستوں میں یا سل پر کچلکر بھرتہ کرلیتی ہیں۔ پھر اس بھرتے کو تیز گرم پانی میں ڈالکر ملا دیا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پانی

کے اوپر تیل جمع ہونے لگتا ہے جس کو ڈوئی یا چمچے سے جمع کر لیتے ہیں۔ یہ طریقہ اگرچہ دشوار اور مشقت طلب ہے لیکن جو تیل اس طریقہ سے نکلتا ہے وہ نہایت خالص اور پاک خیال کیا جاتا ہے یہودی اور دوسرے مذہب کے لوگ عبادت گاہوں میں اسی کے چراغ جلاتے ہیں۔

تیل بھرنے کے لئے ابھی تک لوگوں نے اچھے صاف برتن استعمال کرنا نہیں شروع کئے۔ پورانے طریقہ کے مطابق بکرے کے کھال کے میلے میلے کاٹ دار کپّے ابتک استعمال ہوتے ہیں ان میں کئی کئی مہینے اور سال تیل بند پڑے رہنے کے باعث جھرّیدار ہو جاتا ہے اور کڑوا بھی ہو جاتا ہے۔ فلسطین کا زمیندار زیتون کے تیل کے ذخیرہ سے امیر یا مفلس سمجھا جاتا ہے۔ اس کا تیل ملک کی قائم رہنے والی دولت ہے۔ اور جس کے پاس اس تیل کی مقدار زیادہ ہے وہ زیادہ باوقعت اور دولتمند شخص ہے۔

سنترہ۔ سنترہ فلسطین کی آب وہوا میں خوب پرورش پاتا ہے۔ اور یہاں کے اچھّے پھلوں میں اس کا شمار ہے یوں تو عرصہ سے اس کی کاشت جاری تھی لیکن پچاس سال سے اس کی کاشت تجارتی غرض سے بڑے پیمانہ پر کی جارہی ہے۔ عرب کاشتکار اس باغبانی کے کام میں نہایت ہوشیار ہوتا ہے اور محنت سے کبھی جی نہیں چوراتا۔ وہ اور اُس کے گھر والے سب باغ کی خدمت کرتے رہتے ہیں جب سے یہودی آبادیاں ترقی کر رہی ہیں سنترہ کی کاشت کو خاص فروغ ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نووارد یہودی کسان کے کام سے تو واقف نہیں فصل کا بونا اور کھیت پر کام کرنا باغ کے کام سے کہیں زیادہ مشکل ہے باغ میں جب پودلگادیگئی تو پمپ سے پانی دیتے رہنا اور نگرانی کرتے رہنا آسان پڑتا ہے۔ دوسری بات اس قدر جلد ترقی پاجانے کی یہ بھی ہے کہ ریتلی زمین کو اگر پانی ملتا رہے تو سنترہ جلد پرورش پاجاتا ہے اس لئے سرمایہ اور انجینیری کا کمال جو بہ افراط یہودیوں کے پاس موجود ہے ابتدا میں عرب مزدور کی مدد سے اور اب اپنے نو عمر مزدوروں سے کام لیکر ہزاروں بیگہ رقبہ اس کام میں لگادیا ہے۔ سنترہ کو خوشرنگ، رسیلہ۔ اور میٹھا بنانے کے لئے حسب ذیل طریقوں پر کام کیا جارہا ہے۔

نمبر ا۔ پودلگاتے وقت پودوں کا انتخاب اچھّی طرح کیا جاتا ہے۔ اچھے شاداب تندرست پودے بوئے

جاتے ہیں۔

نمبر۲۔ قلم نہایت احتیاط سے نرسری میں باندھا جاتا ہے اور بڑی احتیاط سے اس کی حفاظت اور پرورش کی جاتی ہے۔

نمبر۳۔ پودوں کو بیماریوں سے اور خاصکر کیڑوں سے بچانے کی بڑی بڑی تدبیریں کی جاتی ہیں کبھی کبھی پودوں کو دواؤں کے پانی سے دھویا جاتا ہے۔

نمبر۴۔ احتیاط سے پھل توڑے جاتے ہیں اور صفائی اور توجہ کے ساتھ اُن کے پارسل تیار کئے جاتے ہیں۔ خراب پھل کبھی پارسل میں نہیں رکھے جاتے۔ اس کو گریڈنگ کہتے ہیں۔

نمبر۵۔ جہاز پر پارسل پہونچانے اور ترتیب سے لگانے میں بھی محنت اور توجہ سے کام کیا جاتا ہے۔

نمبر۶۔ بازاروں میں میوہ فروشوں کو ہدایت ہوتی ہے کہ احتیاط اور صفائی کے ساتھ سنترہ فروخت کریں۔

نمبر۷۔ ناقص پھلوں سے شربت اور تیل تیار کیا جاتا ہے۔

اس قدر نگرانی اور احتیاط کے باعث فلسطین کا سنترہ یورپ کے بازاروں میں روز بروز مقبول ہو رہا ہے۔ برطانیہ کے ہر حصہ میں اس کی بڑی مانگ ہے۔ قریب ۲۵ فیصدی پیداوار انگلستان چلی جاتی ہے۔ سنترہ کا باغ پھول پھل دونوں زمانہ میں نہایت پُر فضا معلوم ہوتا ہے۔ پھولوں کا زمانہ خاص طور پر فلسطین میں خوشی اور انبساط کا زمانہ خیال کیا گیا ہے۔ شہد کی مکھیاں پالنے والوں کی زندگی اسی پر منحصر ہے۔ سنترہ کا پھول مکھی کو بہت مرغوب ہے اس کے پھول قریب چھ ہفتہ کھلتے رہتے ہیں اس ڈیڑھ مہینے میں شہد والے دو مرتبہ چھتے سے شہد نکال لیتے ہیں۔ یہ سنترہ کی کاشت کے ساتھ ایک فائدہ کی مد ہے۔ سنترہ کا شہد لذیذ اور خوشبودار ہوتا ہے اس لئے اس کی فروخت بہت ہوتی ہے۔

پیداوار کے اعداد۔

رقبہ زیر باغات۔	8, 000 acre	1921.
	2,000 acre	(یہودی ملکیت)

1934	26,500 acre
(یہودی ملکیت)	13,340 "

پیداوار۔		
1928-29	2,500,000	Boxes
1934-35	6,600,000	"
1936-37	20,000,000	"

متواتر کوشش کی جارہی ہے کہ نئی زمینیں سنترہ کے باغات کے لئے درست کیجائیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ابھی عرصہ تک سنترہ کی کاشت میں فائدہ کی بڑی اُمید ہے۔ تجارت کے لحاظ سے اب یہ انگور اور زیتون کی تجارت سے بہت بہتر ہوگیا ہے۔ جیساکہ ۱۹۳۵ کی تجارتی اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ سنترہ کی قیمت انگور کی قیمت سے آٹھ گونہ زائد ہوگئی ہے۔

سنترہ۔ £	15,500,000	1935	تجارتی
انگور۔ "	1,900,000	1935	اعداد

انگور۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں انگور کے خوشہ لائے گئے تھے اوس زمانہ سے اس کی کاشت کو یہاں رواج ہوا فلسطین کی چٹانی مٹی اور بحیرۂ روم کی سردی کی بارشیں اس پودے کے لئے راست آئی ہیں۔ انگور اچھا اور افراط سے ہوتا ہے اس کے کاشت کے طریقوں کے متعلق ہم اُوپر تفصیل سے بیان کر آئے ہیں یہاں پر فصل کی مقدار اور اس کے تصرف کے بارے میں کچھ لکھیں گے۔ انیسویں صدی کے آخر میں یورپ کے نووارد کاشتکاروں نے انگور کو تجارت اور شراب کشی کے لئے بویا۔ چونکہ اسلامی ممالک میں شراب کشی قانونی اور مذہبی رو سے ممنوع ہے اس لئے مسلمان عرب اس نوعیت کاشت اور صنعت میں حصّہ نہ لے سکا لہذا اس چیز کو پورا فروغ نہیں ہوا۔ اکثر خشک پہاڑی حصّے اس کی کاشت کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ لیکن انگور کی کاشت کے لئے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ کاشتکار قریہ یا نگہ میں مستقل سکونت رکھتا ہو کیونکہ انگور خدمت اور نگہداشت بہت چاہتا ہے۔ ہر سال زمین کی کھودائی ہونا چاہئے

ضروری مقدار میں خاص قسم کا کھاد دیا جائے۔
وقت پر بیل کی تراش نہایت ضروری ہے۔ جب پھل کا زمانہ آئے تو بیل کو اس طرح ٹٹیوں یا چٹانوں پر اوٹھا کر ڈالا جائے کہ خوشے زمین سے نہ چھوئیں اگر ان باتوں میں سے کس بات میں کمی کیجاتی ہے تو انگور وزن میں کم اور پھل ذائقہ میں خراب ہو جاتا ہے۔ شراب سازی کا ذکر صنعت کے سلسلہ میں آئے گا۔

پیداوار کی اوزن۔

وزنی پاونڈ۔ 1924 6,590,400 , 1932 21,553,000

بادام۔ بادام کا درخت یہاں کی مٹی اور آب و ہوا کو پسند کرتا ہے۔ بادام زمین کی طاقت کو نقصان نہیں پہونچتا بلکہ اُس کا معاون ہوتا ہے۔ پیداوار کا اوسط اچھا ہے لیکن تجارتی حیثیت سے آجکل کاشت کو ترقی نہیں ہے۔ جب سے سنترہ کی کاشت کا لوگوں کو بخار چڑھا ہے بادام کے ہرے بھرے باغ نذر تبر ہو چکے ہیں۔ اس کی مانگ زیادہ تر مصر اور دمشق میں رہتی ہے ۱۹۲۵ میں نو سو ٹن بادام مصر اور شام بھیجے گئے۔

گریپ فروٹ Grape Fruit چکوترا

چکوترا۔ فلسطین کے خوش ذائقہ پھلوں میں شامل ہے۔ جب سے دولتمند لوگوں کی آبادی فلسطین میں بڑھنا شروع ہوئی ہے اس کی کاشت میں فروغ ہو رہا ہے یہ اون پھلوں میں شمار کیا جاتا ہے جس کے کھانے کے لئے کچھ تیاری کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے یہ گراں پڑتا ہے۔ اس کو سنترہ کی آب و ہوا اور مٹی پسند ہے۔ چنانچہ کاشتکار سنترہ کے باغوں میں اس کو بو لیتے ہیں! ابتک اس کی پیداوار ساحل کے میدانوں میں ہو رہی ہے۔ مگر کوشش کیجا رہی ہے کہ اردن کی وادی میں بھی اس کو بڑھایا جائے۔

پیداوار کے اعداد۔ (1929-30) 20,000 boxes
(1934-35) 400,000 "

تربوز۔ تربوز ریگستان کا باشندہ ہے۔ بھوک پیاس کو دفع کرتا ہے۔ غریب لوگوں کی جان ہے۔ ہمارے صوبہ متحدہ میں اگر گرمی کی فصل میں پالیز خراب ہو جائے تو غریب لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے فلسطین کی عام آبادی ہماری صوبہ کی عام آبادی سے روزانہ اوسط آمدنی میں کہیں نیچی ہے۔ اس لئے ان غریبوں کے لئے یہ ایک بڑی نعمت ہے۔ رنگ میں نظر فریب ذائقہ میں شیریں اور ٹھنڈے شربت کی صراحی اس کو سمجھنا چاہیئے ابتک اس کی کاشت اور بازار عربوں کے پاس ہے جب کہ پچھلے بیان میں اشارۃً ذکر کیا گیا ہے۔ عرب لوگ اس کو بہت پسند کرتے ہیں۔ مصر میں بطور تحفہ اس کو خریدتے ہیں شام میں بھی اس کی درآمد ہے

اعداد تجارت۔ مصر	49,000 ton	(1929)
شام	7,000 "	(1928)

انجیر۔ بہت ہوتا ہے۔ بڑا اور گودے دار خوش ذائقہ۔ اس کا درخت یہاں گھنے سائیہ کا خیال کیا جاتا ہے۔ انجیر کو یہاں لوگ تازہ اور خشک میوہ کی طرح کھاتے ہیں۔ اکثر سکھا کر اور دبا کر ڈوریوں میں پرو کر لوگ رکھ لیتے ہیں اور خلاف موسم خرچ کرتے ہیں۔ زیتون کی طرح اس کو بھی باعث برکت سمجھتے ہیں۔

کھجور۔ کھجور عرب کے کل ریگستان بلکہ وہاں سے لیکر ملتان کی سرحد تک کل خشک علاقہ میں خوب نشو ونما پاتی ہے۔ مدینہ منورہ کی سیاہ کھجور کی طرح یہاں کی کھجور بھی نہایت مزہ دار ہوتی ہے اور اخیل کے عہد مبارک سے دنیا میں خاص شہرت رکھتی ہے۔

انار۔ قرآن پاک میں جن پھلوں کا ذکر آیا ہے اُن میں انار بھی شامل ہے۔ بحیرہ روم کے اس الشیار ساحل پر انار بھی بڑا اور خوش ذائقہ ہوتا ہے ہمارے ملک میں قندہاری انار بہترین قسم کا خیال کیا جاتا ہے لیکن فلسطین اور ادس کے نواح میں نہایت شیریں بیدانہ ذات کا انار خوب پیدا ہوتا ہے یہ یہاں کا قدیم پودا ہے کیونکہ یونانیوں کے قدیم قصّوں۔ کہانیوں میں انار کا خاص اہمیت سے ذکر آتا ہے۔ انار کو مٹی کی اتنی شکایت نہیں ہوتی جتنی خشکی کی ہوتی ہے۔ چنانچہ شاداب

زمینوں میں اس کی کاشت زیادہ تر ہوتی ہے یا ادن باغات میں جہاں آبپاشی کے لئے بافراط پانی دستیاب ہوسکتا ہے۔

کیلا۔ اس آب وہوا کا باشندہ نہیں ہے۔ مزہ دار تو ہوتا ہے مگر دیدہ زیب نہیں ہوتا۔ تجارتی حثیت سے نفع کی چیز نہیں۔

خوبانی۔ اچھی اور بڑی ہوتی ہے لوگ باغوں میں چند درخت خوبانی کے ضرور لگاتے ہیں۔ حدب اور اس کے دہلون پر جو باغات ہیں وہاں بیشتر زیر کاشت ہے تجارت کے اشیار میں شامل نہیں۔

اجناس

غلّہ۔ گیہوں[۱]۔ جو[۲]۔ دورا[۳]۔ عدس[۴]۔ دالیں[۵]۔ لوبیا[۶]۔ تلہن[۷]۔

دیگر پیداوار۔ روئی۔ تمباکو۔ انڈی۔

تمباکو۔ ترکوں کے زمانہ سے تمباکو کی کاشت کل ساحل کے علاقوں پر سلطنت عثمانیہ میں جاری رہی۔ آجکل بھی اناطولیہ میں تمباکو حکومت کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے فلسطین میں سگرٹ کی تمباکو اچھی اور وافر ہوتی ہے لیکن کمپنیوں کی گران فروشی اور بےتوجہی کی وجہ سے اس کو پوری ترقی کا موقعہ پہلے نہ ملسکا۔ اب بجائے بڑی کمپنیوں کے لوگ ہاتھ سے دکانوں پر سگرٹ بناتے ہیں اس لئے اب کاشت خوب ترقی پر ہے۔ تمباکو خوشبو دار اور ہلکی ہوتی ہے۔ آب ہوا اور مٹی اس قسم کی تمباکو کے لئے نہایت موزوں ہے۔ اُمید کیجاتی ہے کہ یہ کاشت ابھی اور بڑھے گی۔

(1930) 920,000 ونی پاونڈ پیدا ہوئی۔

روئی۔ مٹی اور آب وہوا اس پودے کے لئے موزوں ہے لیکن بارش کی کمی اور آبپاشی کی قلت کی وجہ سے اس کو پوری ترقی کا موقعہ نہیں ملا غریب فلاحین کو اس پودے کی نگہداشت اور

آبیاری کی کبھی طاقت نصیب نہیں ہوئی۔ تھوڑے زمانہ سے روئی کی کاشت کی طرف لوگوں کی توجہ ہوئی ہے۔ ہندوستان کی چھوٹے ریشہ کی روئی جو سخت موسم برداشت کرلیتی ہے۔ اور مصر کی عمدہ ریشمی گالے کی کپاس کا اب یہاں تجربہ کیا جارہا ہے امید ہے کہ آبپاشی کی آسانیاں فلسطین کو روئی پیدا کرنے والے ملکوں میں شامل کردیں گے۔

ریشم۔ شہہ طوت۔ بحیرۂ روم کے ساحلی ملک کا باشندہ ہے۔ فرانس میں بحیرۂ روم کے ساحل پر ریشم کی پیداوار کو شہہ طوت کی فراوانی نے بہت اہمیت دیدی ہے۔ لیکن اس مشرقی گوشہ پر شہہ طوت اتنی زیادتی اور شادابی سے نہیں ہوتا کہ ریشم کے کپڑے تجارتی فروغ پاسکیں۔ لوگوں میں اس کاروبار کا زیادہ شوق نہیں۔ جنگ عظیم کی بدامنیوں نے تو اس کاروبار کو بالکل بند کردیا تھا اب نئی آبادی میں لوگ انڈھی کے پتوں پر ریشم کے کیڑوں کو پرورش کرنے کے تجربے کر رہے ہیں۔ ابھی کوئی قابل ذکر فائدہ برآمد نہیں ہوا ہے۔

غلے۔ تلہین۔ اس کی کاشت کافی مقدار میں ہوتی ہے۔ اور فلاحین کے فائدہ کا ذریعہ ہے۔ سرسوں تل۔ السی۔ دوان غرض جملہ قسم کے کولہو کے دانے پیدا ہوتے ہیں اور ان کی برآمد کی اچھی خاصی تجارت ہے۔

دورا۔ باجرے کی ایک قسم ہے۔ کاشتکاری کے کاروبار کرنے والے طبقہ کی نیز دیگر غریب باشندوں کی روزمرہ کی خوراک ہے۔ اس کی فلسطین میں وہی ضرورت اور حیثیت ہے جو ہمارے ملک میں موٹے ناج کی خیال کیجاتی ہے۔ دورا مملکت کی اندرونی ضروریات کے لئے کاشت ہوتی ہے اتنی مقدار میں پیدا نہیں ہوسکتا کہ باہر بھیجی جائے۔ ہاں کچھ حصہ پیداوار کا مویشی کے دانے میں استعمال ہوتا ہے۔

جو۔ فلسطین کی مٹی اور آب و ہوا جو کی پیداوار کے لئے مناسب ہے اکتوبر میں جو بویا جاتا ہے یہ گیہوں سے کم نگہداشت اور خدمت چاہتا ہے اور گیہوں سے پہلے تیار ہوجاتا ہے۔ پیداوار فی بگہ گیہوں سے زیادہ ہے۔ غریب لوگ روٹی کھاتے ہیں اور بھونکر دانہ چباتے ہیں۔ ستو اور دلیہ بھی کھایا جاتا

ہے۔ برطانیہ میں یہاں کا جو بہت جاتا ہے اس کا نشاستہ بناتے ہیں سستا اور ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس لئے مویشی کو دانہ میں بھی کثرت سے دیا جاتا ہے۔ مملکت میں بڑے بڑے رقبے اس کے زیر کاشت ہیں۔ گیہوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اس لئے لوگ بے تکلف گیہوں کے کھیت میں مینڈ پر بو دیتے ہیں ہمارے صوبہ متحدہ کی طرح فلسطین میں بھی جو اور گیہوں ساتھ کاشت کئے جاتے ہیں۔ مگر کٹائی پہلے ہو جاتی ہے پہلے فلاحین جو کاٹ کر فارغ ہو جاتا ہے اُس کے بعد گیہوں کو ہاتھ لگاتا ہے۔

گیہوں۔ فلسطین میں گیہوں آمدنی کی فصل ہے۔ فلاحین اپنی اور بچوں کی خوراک کے لئے جوار دورا پیدا کر لیتا ہے یا مسینہ اور لوبیہ اگا لیتا ہے لیکن لگان اور دہن کے لئے وہ تلہن اور گیہوں کی کاشت کرتا ہے۔ یہاں کا گیہوں سخت قسم کی ذات کا ہوتا ہے جو ماکرونی بنانے کے لئے اٹلی اور فرانس میں جنگ عظیم سے پیشتر بڑی کثرت سے جاتا تھا لیکن اب اس کی برآمد کم ہو گئی ہے اسکی وجہ کچھ تو فرانس اور اٹلی میں بندرگاہ کے محصول بڑھجاتا ہے مگر اصلی سبب فلسطین میں بامقدور لوگوں کی آبادی کی بیشی ہو جانا ہے۔ شاید اب نرم قسم کا امریکن گیہوں نہروں کی آبپاشی کی مدد سے زیادہ ہونے لگا ہے۔ موجودہ حالت میں مملکت کی اپنی ضروریات کے لئے بھی یہاں کی گیہوں کی پیداوار کافی نہیں ہوتی اسوقت تین لاکھ پچانوے ہزار تین سو ایکڑ آراضی گیہوں کی کاشت میں داخل ہے۔ جو کل زیر کاشت آراضی کی چوتھائی رقبہ ہے پچانوے فیصدی گیہوں فلاحین کاشت کرتے ہیں۔ فلاحین کی خوشحالی اور تنگ حالی گیہونکی اچھی اور بڑی فصل پر موقوف ہی یہاں بھی مثل ہندوستان کے گیہوں جاڑے کی فصل ہے یعنی آخر اکتوبر میں کاشت کیا جاتا ہی اور شروع بہار میں کاٹا جاتا ہے۔ ہندوستانی کسان کی طرح فلاحین بھی غریب ہے اور زمین کی طاقت کو اچھے کھاد سے بڑہا نہیں سکتا۔ فلاحین اپنے کھیت میں گھوڑے کا کھاد دیتا ہے۔ مگر اب تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ گیہوں کے مزروعہ آراضی میں نائٹریٹ اور فاسفوریک ایسڈ مٹی میں کم ہے اس لئے ایسی کھاد یہاں اوسط پیداوار بڑہانے کے لئے ضروری ہے جس میں مذکور بالا اجزاء زائد ہوں۔ یہودی نووارد کاشتکاروں نے سرمایہ کثیر لگا کر آبپاشی اور

عمدہ کھاد دیکر گیہوں کی پیداوار فی ایکڑ بہت زیادہ کر لی ہے۔

اعداد پیداوار وغیرہ۔ پیداوار فی ایکڑ دس بشل۔

یہاں آبادی کے لحاظ سے ۶٫۳ بشل فی کس سالانہ گیہوں کا صرفہ ہے۔ امریکہ میں ۵٫۴ بشل فی کس کا خرچ ہے اس لحاظ سے فلسطین میں گیہوں فی کس زیادہ صرف ہوتا ہے اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ امریکہ میں روٹی۔ ستو اور دلیہ روزمرہ کی خوراک میں اس قدر زائد مقدار میں ایک شخص کے کھانے کا خرچ نہیں ہوتا جتنا کہ فلسطین میں ہوتا ہے واضح ہو کہ ہندوستان میں بھی ہم لوگ روٹی زیادہ کھاتے ہیں سالن یا دوسری اشیاء کم مقدار میں ہماری روزمرہ کی خوراک کا جزو ہوتی ہیں۔

1921 سے 1928 تک اوسط پیداوار 88,000 tons

یہ مقدار چونکہ ملکی اندرونی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہوتی اس لئے ممالک بیرونی سے 16,00,000 Bushels گیہوں اب تک آ رہا ہے۔ اس میں زیادہ مقدار ماورائی اردن اور شام کے اطراف سے آتی ہے۔

صنعت و حرفت

ایشیاء کی تمام قدیم بستیاں اپنی دستکاری کے لئے بڑے زمانہ سے مشہور روزگار ہیں بعض بعض ملک تو دنیا میں اب تک خاص خاص صنعتوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتے چین کی دستکاریاں مخصوص اور مشہور ہیں۔ افغانستان کی پوستین کی صنعت بے مثال ہے۔ ایران کے قالین یورپ اور امریکہ کے دولتمند طبقہ کی عزیز ترین چیز ہے۔ ہندوستان کی بعض دستکاریاں ہزاروں کی قیمت سے باہر کے سیاح خریدتے ہیں۔ غالیچہ بافی۔ سونے کے تار کی اور ریشم کی لہریں باندھنا سیپ کی پچہ کاری کا کام فلسطین میں عام طور پر عربوں اور قدیم باشندوں کا مایۂ ناز کاروبار ہے۔ جس کی عظمت اور حرمت زائرین کے دلوں میں ہمیشہ قائم رہی۔ یہ امر قابل افسوس ہے کہ

ملین بشل گیہوں اور جو۔ پیمانہ ایک انچ برابر ایک ملین بشل

(۱) گیہوں اوپر کی لکیر (۲) جو نیچے کی لکیر

years

1 2 3 4

گیہوں

جو

1922
1923
1924
1925
1926
1927
1928
1929
1930
1931
1932
1933
1934
1935

علاوہ دیگر گیہوں کی پیداوار (؟) ... زیادہ ہوتی ہے ۔

... وغیرہ - پیداوار کی ...
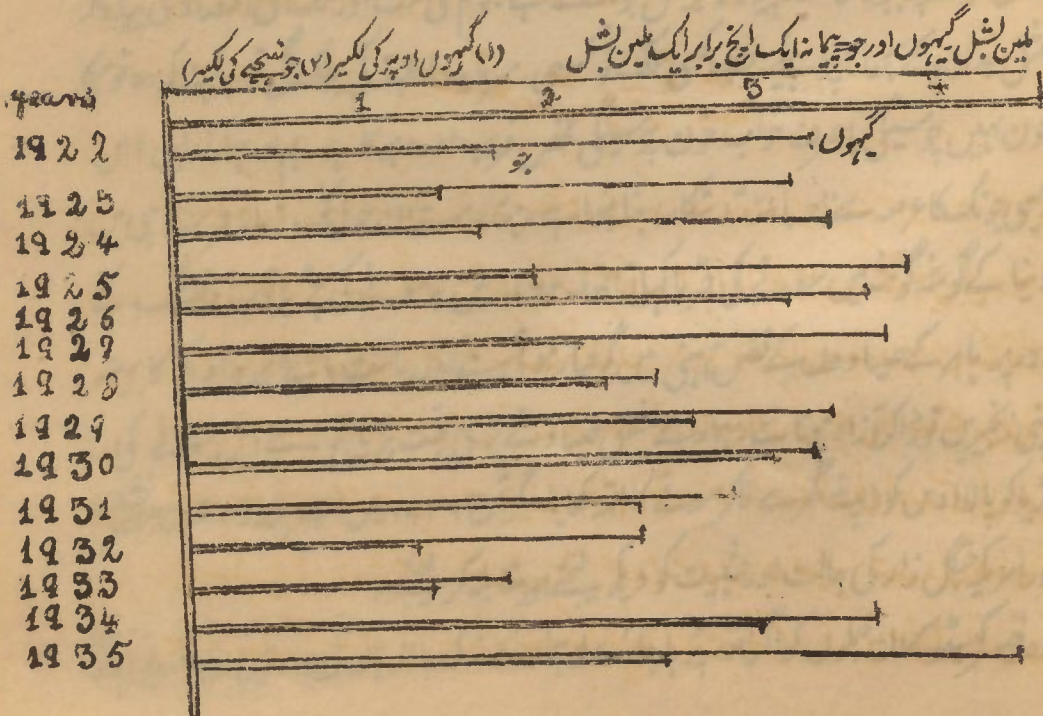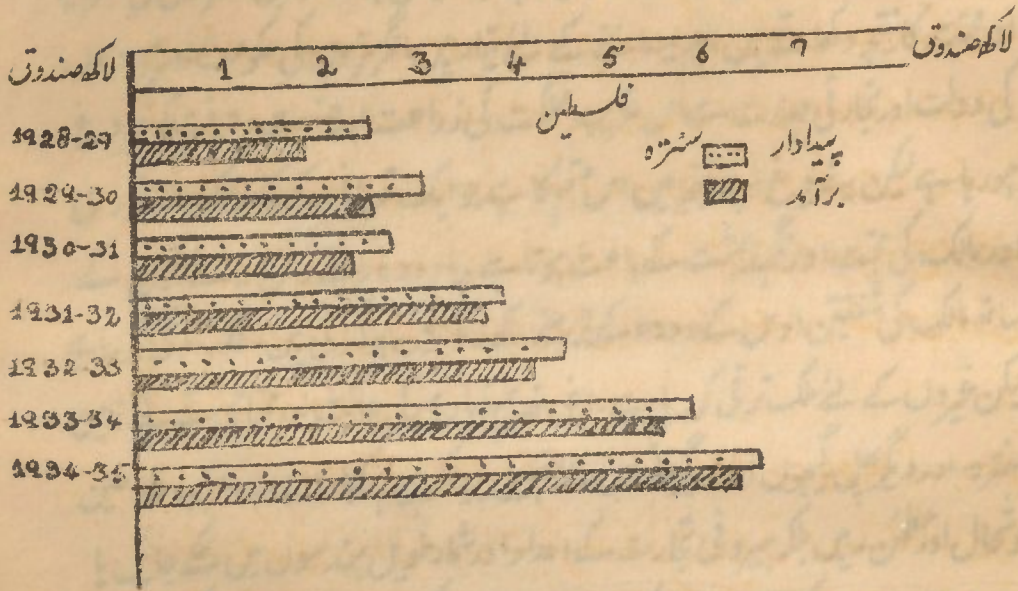
یہودی اصحاب اور انگریز معنفین قبل جنگ کی فلسطین کو ایک کورده ۔ جاہل ۔ وحشی ۔ قلاشخ انسانوں کی بستی دکھا کر اوس کی ترقی اور تمول کو عہد برطانیہ کی برکت اور بنی اسرائیل کی سرمایہ اور محنت کا نتیجہ دکھاتے ہیں ۔ ہم یہ ماننے کے لئے تیار ہیں انگریزوں کی حکومت اور یہودیوں کی دولت اور تجارتی مہارت سے اس غریب مملکت کی زراعت اور صنعت و حرفت کو فروغ ہو رہا ہے لیکن یہ فروغ اپنے نتیجہ میں اس قسم کا ہے ۔ جو ایک قربانی کے بکرے کو دانہ خوری اور مالک کی محبت اور نگہداشت کے باعث ہوتا ہے ۔ یا دودھ دینے والی گائے بھینس کے ساتھ مالک کی شفقتیں اوس کے دودھ کے بڑھنے کے زمانہ میں ہوا کرتی ہیں ۔ ملک ترقی کر رہا ہے لیکن غیروں کے لئے ملک ترقی کر رہا ہے ۔ اپنی قدیم آبادی کی ہلاکت اور محتاجی کے لئے زمین سنترہ ۔ اور دیگر پھل ۔ گیہوں اور دیگر غلّہ اس لئے نہیں پیدا کر رہی ہے کہ باشندے غریب فلاحین خوشحال اور مطمئن رہیں بلکہ بیرونی تجارت کے اعداد و شمار طویل ہندسوں میں لکھے جائیں یا اون سرمایہ داروں کو منفعت ہو جن کا سرمایہ دوسرے ملکوں میں بیکار پڑا تھا یا کم شرح سود حاصل کرنے پر مجبور تھا ۔ روپیہ کا تاجر مثل جونک کے ہے ۔ قوم کی محنت اور ملک کی اقتصادی پیداوار مثل بدن کے سمجھنا چاہیئے ۔ جب کسی ملک کو کسی سرمایہ دار طبقہ کی جونک لگی تو یہ کہنا کہ وہ قوم کا خون نہیں چوسیگی یا صرف خراب خون چوسیگی محض فریب اور دہوکا ہے ۔ ہم اور ہمارا دیس اس بدیسی جونک کا عرصہ سے "احسانمند" (شکار) بنا ہوا ہے ۔ ہندوستان جو ایک زمانہ قریب ہی میں دنیا کے گوشہ گوشہ میں سونے کی چڑیا کہلاتا تھا ۔ ۱۷۶۲ء میں یہ سونے کی چڑیا توپ و تفنگ کے زور پر باہر کے صیادوں کے قفس آہنی میں گرفتار ہوتی ہے اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا بھینہ اپنی زنجیریں توڑ کر آزاد ہوتا ہے ۔ ہمارے مشفق صیاد نے بڑی محبت بڑی توجہ سے اس سونے کی چڑیا کو پالا اوس کو اپنے گھر سے لا کر سونے کا لقمہ کھلایا ۔ مگر آج ۱۹۲۹ء میں اب ہندوستان جنت نشان اور امریکہ جنگل زار کی حالت اور حیثیت کو دیکھ لیجئے اور مقابلہ کر لیجئے ۔

پروفیسر گیسٹو کے ان جملوں کو اگر بغور پڑھا جائے تو ہمارے مذکور بالا بیان کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے ،

پروفیسر کیسٹو کے چند جملے

نمبر ۱۔ جنگ عظیم سے پہلے صنعت و حرفت کی طرف یہاں بہت کم توجہ تھی عوام کی ضروریات مقامی کاریگر پورا کرتے رہتے تھے۔

نمبر ۲۔ قدیم قومی دستکاریاں مملکت کی یہ ہیں۔
پارچہ بافی[۱]۔ عمامہ سازی[۲]۔ بوریا بافی[۳]۔ اونی[۴]۔ ریشمی اور سوتی کپڑے کی رنگائی[۵]۔ کشیدہ سازی[۶]۔ دباغت[۷]۔ تلہن[۸]۔ زیتون وغیرہ کا تیل نکالنا[۹]۔ صابن سازی[۱۰]۔ انگور کا شیرہ اور شراب بنانا[۱۱]۔ کوزہ گری[۱۲]۔ شیشہ سازی[۱۳]۔ معماری[۱۴]۔ سنگتراشی[۱۵]۔ میناکاری[۱۶]۔ پچہ کاری[۱۷]۔ منبت کاری[۱۸]۔ صندوقچہ سازی[۱۹]۔ سیپ کی تسبیحاں بنانا[۲۰]۔ ریشم اور سونے کے تاروں کی لہریں اور پھندنے بنانا[۲۱]۔ نمدہ سازی[۲۲]۔ خیمہ سازی[۲۳]۔

نمبر ۳۔ یہ سب کام زیادہ تر ہاتھ سے کئے جاتے تھے اور چھوٹے پیمانہ پر ہو رہے تھے۔

نمبر ۴۔ جب باہر سے نووارد یہودی تاجر اور سیاح آئے تو یکبارگی اشیاء کی مانگ اور کام کی بڑے پیمانہ پر ترقی ہوئی۔

نمبر ۵۔ اس ترقی کے لئے ملک میں نہ تعلیمی انتظام تھا۔ نہ سرمایہ اور نہ سامان۔

نمبر ۶۔ جنگ عظیم سے قبل مملکت میں صرف ایک ہزار دو سو چھتیس مختلف کارخانے کام کر رہے تھے ذیل میں ہم چند خاص دستکاریوں کا مفصل بیان کریں گے اور بعض کی طرف اشارہ کر کے آگے بڑھ جائیں گے۔

زیتون کے تیل نکالنے کے طریقے اور منفعت کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ اب ہم زیتون کے تیل کا صابن بنانا بتاتے ہیں فرانس میں بحیرۂ روم کے ساحل کے شہروں میں زیتون کے تیل کے صابن وغیرہ عمدہ اور نفیس تیار ہوتے ہیں جو دولتمند نفیس طبع لوگوں میں نہایت درجہ پسند کئے جاتے ہیں۔ فلسطین کا زیتونی صابن نفاست اور بناوٹ میں نہ تو صاف ہوتا ہے اور نہ اتنا خوشبودار اس لئے اس کی مانگ کافی نہیں اس کو یورپ اور امریکہ میں کپڑے دھونے کا صابن کہتے ہیں۔ گذشتہ چند سال سے صابن کا اوسط

قریب دس ہزار ٹن پیمائش رہا ہے۔ جس میں سے قریب نصف کے مصر چلا جاتا ہے۔ یہ صنعت بتدریج ترقی کر رہی ہے اگرچہ اس وقت بھی مملکت کی صنعتوں میں اہمیت خاص رکھتی ہے لیکن اس کو بڑہانے اور سُدہارنے کی ابھی بڑی گنجائش ہے جس کی برابر کوشش بھی کی جا رہی ہے۔

کل مملکت میں صابن سازی کے کم و بیش پچاس کارخانے ہوں گے۔ منجملہ ان کے قریب تیس کے صرف بنلوس کے شہر میں واقع ہیں۔ بنلوس میں صابن کا کام بہت ہوتا ہے اور وہاں کے لوگوں کو اس کام سے خاص دلچسپی ہے اور انہوں نے اس صنعت میں بڑی مہارت پیدا کر لی ہے۔ یہاں مختلف اقسام کے صابن بنائے جاتے ہیں یہ چند قسم کے خاص طور پر اچھّے بنائے جاتے ہیں۔ (۱) عربی صابن۔ (۲) صابن حسن۔ (۳) کیسٹائل صابن۔

صابن سازی کو ترقی دینے اور کمال پر پہونچانے کے لئے ایک کیمسٹری کی لیبرٹری قائم کر دی گئی ہے جو صابن کے کارخانے والوں کو مختلف قسم کی ہدایتیں اور معلومات بہم پہونچاتی رہتی ہے۔ اس لیبٹری کی مدد سے یہاں کی صنعت خوب سدہرتی جاتی ہے۔ بجلی کی طاقت صابن سازی کے کارخانوں میں استعمال کیجارہی ہے جس کے باعث ایندہن کا خرچ بہت گھٹ گیا ہے یہاں بھی ابھی متعدد کارخانے ایسے ہیں جہاں پرانے طریقوں پر کام ہو رہا ہے۔ ان کارخانوں میں صابن نہ تو صاف ہوتا ہے اور زیادہ پھیندار۔ کیونکہ صفائی، توجہ اور ضروری احتیاط نہیں برتی جاتی ہے۔

صابن سازی کا عام طریقہ یہ ہے ایک بڑی دیگ میں اوپر تک زیتون کا تیل بھر دیا جاتا ہے اور مناسب نسبت سے کاسٹک سوڈا اوس میں ملا دیتے ہیں یہ دونوں چیزیں چھ سات دن آنچ پر رکھی جوش کھاتی رہتی ہیں۔ اس دوران میں دیگ کو بار بار چلانا پڑتا ہے تاکہ پیندا لگ نہ جائے اور سوڈا تیل میں خوب گھل ملجائے۔ اس طرح جب تیل جلکر سوڈے میں خوب ملجاتا ہے اور لیسھی گاڑھی ہو جاتی ہے تو اُس کو دیگ سے نکالکر تختوں پر سانچوں میں پھیلا دیتے ہیں یا یوں ہی پھیلا کر ٹکیاں کاٹ لیتے ہیں۔

دباغت چمڑے کا سامان بنانا

فلسطین میں یہ صنعت بہت قدیم ہے. ملکی ضرورت کے لحاظ سے اس صنعت نے اونھیں شعبوں میں
ترقی کی ہے. جن کی مانگ عام طور پر مملکت میں رہی چونکہ مشرقی حصّہ اور حدب کا مغربی ڈھال چرائی
کے لئے موزوں ہے اس وجہ سے بھیڑ بکری اونٹ اور دیگر جانور خود مملکت میں اور قرب و جوار کے اراضیات
میں کافی تعداد میں پائے جاتے رہے اس وجہ سے ہر قسم کا چمڑا کافی مقدار میں دستیاب ہوتا رہا دباغت
میں عرب لوگ ہمیشہ سے مہارت رکھتے ہیں اس لئے یہ کہنا بیجا نہوگا کہ چمڑا اچھّا پکایا گیا اور اوس سے نفیس
قیمتی سامان تیار ہوتا رہا ہے۔ مگر عام طور پر سستا مال مملکت کی عام ضرورت کے لئے بکثرت بنتا ہے۔
جغرافیائی ماحول کا صنعت پر پورا اثر آپ کو اس بات سے ظاہر ہوگا کہ کھالیں پچاس فیصدی مشکیزے
بنانے یا تیل کے کپّے بنانے کے لئے خرچ کیجاتی ہیں۔

یہاں کے مشکیزے باہر بھی جاتے ہیں مصر میں ان کی مانگ بہت رہتی ہے فلسطین کے لوگوں کا
کمال یہ ہے کہ اگر آپ مشک کو بھر کر کھڑا کریں تو معلوم ہو کہ بکرا کھڑا ہے۔ بکرے کی شکل و شباہت پوری طور پر
برقرار رکھی جاتی ہے۔ بھیڑ کی کھال کی پوستین اور بارانی کوٹ بھی نفیس و بیش قیمت تیار کئے جاتے ہیں۔

جوتے بنانے کی بھی لوگوں کو بڑی مشق ہے۔ ہمارے صوبہ (متحدہ) کی طرح فلسطین میں ہر شہر
اور گاؤں میں دباغت اور مشکیزہ وغیرہ بنانے کا کاروبار ہوتا ہے۔ پہلے یہ کام فلاحین یا دیگر محنتی
لوگ اپنے خالی وقت میں گھروں پر کر لیتے تھے لیکن اب کارخانے کھولے جا رہے ہیں اور یورپ امریکہ
کے طریقوں پر دباغت اور سامان سازی کا کام شروع ہو رہا ہے۔ مملکت میں شکایت بڑھ رہی ہے کہ
غریب آدمی کی روٹی چھینکر نو وارد یہودی سرمایہ دار اپنا جھولہ بھر رہا ہے۔

پروفیسر گیسٹو کا یہ فقرہ ملاحظہ ہو۔

"مختلف قسم کے کارخانہ بن گئے اور کاروبار میں بے اندازہ ترقی ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ چھوٹی اور
دیسی صنعتوں کو مٹانے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ ایسا نہونا چاہئے بلکہ اون کو سرمایہ سے مدد دیکر ترقی

دی جائے۔"

کھالیں یہاں اچھّی طرح صاف نہیں کی جاتیں ہیں اس وجہ سے باہر کے ملک ان کو خرید ناپسند نہیں کرتے"۔ اب لوگوں اور کمپنیوں نے اس طرف بھی کافی توجہ کی ہے جس کی وجہ سے بہت کچھ اصلاح ہونے لگی ہے"۔ ایک جگہ پر پروفیسر مذکور کہتے ہیں کہ "چند سال سے پولینڈ کے یہودی (جو مملکت میں نووارد جماعت ہے اور جن کا پیشہ پولینڈ میں چمڑے کا سامان بنانا رہا ہے) عمدہ نفیس قسم کا سامان بنا رہے ہیں یہ لوگ تل عفیف میں اپنی دوکانیں کھولے ہوئے ہیں۔ ہینڈ بیگ وغیرہ قسم کا سامان یہ اچھّا بناتے ہیں جس کی برآمد مصر کو ہو رہی ہے"۔

شیشہ سازی۔ حلب کا شیشہ عرب وعجم میں ایک ضرب المثل چیز ہے۔ ایشیا کے اس گوشہ میں شیشہ سازی کا کام بہت قدیم ہے۔ ہیران کے لوگ اس کام میں عرصہ دراز سے مہارت اور شہرت رکھتے ہیں۔ یہاں ہمارے ملک کے شیشہ گروں کی طرح ہلکی پھونک کی چیزیں لوگ بناتے ہیں۔ برتن۔ چوڑیاں۔ موتی۔ ٹیکا۔ نادیعلی تسبیح۔ شیشیاں۔ ہانڈی۔ فانوس۔ صراحی وغیرہ۔ اچھّی اور بکثرت ملتی ہیں۔ عام طور سے ان کے کام میں صفائی نہیں ہوتی۔ نقش ونگار بھی کم ہوتے ہیں زائرین بطور تبرک ان چیزوں کو بہت خریدتے ہیں۔

لیس اور قیطون سازی کی صنعت

یہ صنعت عرب کے تمام قدیم شہروں بالخصوص مقدس مقامات میں عرصہ سے چلی آتی ہے۔ کشیدہ سازی تسبیح کے دوران کی لہریں۔ سر پر باندھنے کی ڈوریاں جو عربی لباس کا خاص جزو ہیں۔ عبا اور جبا کی گھنڈیاں اور تکمیں۔ صدریوں کے سامنے کے حصّے وغیرہ نہایت عمدہ اور بیش قیمت بنائے جاتے ہیں اس قسم کا کاروبار فلسطین میں بھی ہوتا ہے اس کاروبار کو زائرین کی عقیدت مندی اور خوش خریدنے بڑی مدد دی ہے یہاں اس کام کے لئے شہر نصاریہ اور بیت الحم خاص طور پر مشہور ہیں۔

سیّپی کا کام

یہ کام شاہی زمانہ میں گجرات کے اکثر شہروں میں خاص کر احمدؔ آباد میں نہایت عمدہ اور بکثرت ہوتا تھا۔ پچّے کاری کا کام لکڑی پر گجراتی دستکار بہترین کرتا تھا۔ اس کی بڑی یادگار حضرت سلیم چشتیؒ کا مقبرہ ہے جس کو اکبر نے اپنی عقیدت مندی کی وجہ سے اس نواح میں نئی چیز خیال کر کے بنوایا تھا۔ دراصل یہ کام عربی ساحل کے مقامات میں قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ فلسطین میں یہودی باشندے بیبولونیہ کی قید دبخت نصر کی تباہی کے بعد کے بعد جب یروشلم میں جاکر آباد ہوئے تو اپنے ساتھ لے گئے۔ آجکل یہاں صندوقچوں اور لکڑی کے سامان پر نہایت نفیس پچکاری سیپ کے ٹکڑوں کی کیجاتی ہے جس کو سیاح اور زائرین بڑی قدر و قیمت سے خریدتے ہیں۔

سیپ کے دانوں کی عمدہ خوبصورت تسبیحیں بنائی جاتی ہیں جس کی ان پاک شہروں میں بڑی فروخت ہے۔

مصنوعی دانت سازی۔[1] موزہ بنیان بننا۔[2] وصلی سازی۔[3] سگرٹ سازی۔[4] شراب کشی۔[5] کل کی چکیوں میں آٹا پیسنا۔[6]

یہ سب دستکاریاں اور کاروبار جنگ عظیم کے بعد کی پیدائش ہیں اور اس میں زیادہ سرمایہ اور مزدوری نووارد یہودیوں کی کارپذیر ہے۔ نئے شہروں میں ان کی ضرورت کے لحاظ سے ان کاموں کا شروع ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں جبکہ یہودی نوآبادیاں سرمایہ اور ماہرین صنعت نووارد لوگوں سے بھری پڑی ہیں۔

آٹے کی پسائی

"آٹا موٹا اور دلیہ کے مانند ہوتا ہے۔ یورپ میں اس کی خاص طور پر قدر کیجاتی ہے۔ راہتہ جالالا نے جو بڑے دولتمند یہودی اور تحریک وطن یہود کے مربی خاص ہیں، غریب یہودیوں کی پرورش کے لئے کئی نئی آٹا پیسنے کی فیکٹریاں حیفہ یافہ اور یروشلم میں اپنے روپیہ سے قائم کرادی ہیں۔ جہاں قریب قریب ننو مزدور کام کرتے ہیں۔ زیادہ تر کام کرنے والی عورتیں ہیں کل مزدوری یہودی لوگوں کی ہے۔

وصلی حیفہ میں یہودیوں کے متعدد وصلی سازی کے کارخانے ہیں جو اب سگرٹ کی ڈبیاں بناتے ہیں یہ نئی صنعت ترقی پر ہے باہر سے اب ڈبیاں نہیں آتیں۔

موزہ بنیان موزہ بنیان بافی یہاں اعلیٰ قسم کی ہوتی ہے۔ باہر کے ممالک میں یہ چیزیں خوب پسند کیجارہی ہیں۔ برآمد کی تجارت نے دو ہزار دالڑ سے ترقی کر کے پچانوے ہزار دالڑ تک قیمت بلادغیر سے وصول کی ہے یہ اعداد ۱۹۲۹ء کے ہیں۔

مصنوعی دانت یہودی دندان ساز ڈاکٹروں نے مصنوعی دانتوں کی ایک فیکٹری ۱۹۲۶ء میں قائم کی خلاف امید اس کام نے یہاں کافی فروغ پایا آجکل قریب اکیسو پچاس ہزار دالڑ قیمت کے مصنوعی دانت باہر جاتے ہیں۔

نمک۔ پوٹاش اور برومائڈ سازی

بحیرۂ لوط کے ساحل پر گندک اور پوٹاش وغیرہ کثیر وزن کے زخیرے موجود ہیں۔ بدو لوگ اکثر دوائیوں کے لئے اس کو لیجاتے ہیں۔ ابھی تک کسی بڑی صنعت میں اس کا استعمال شروع نہیں ہوا۔

جنوب مغرب کے ساحل پر جھیل از درون واقع ہے۔ یہ پہاڑ کل کا کل نمک کا پہاڑ ہے۔ نمک نہایت اعلیٰ۔ صاف شفاف بلوری ساخت کا ہے۔ لوگ مملکت میں عام طور پر اسی کو کھاتے ہیں۔ بعض دستکاریوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ابھی زخیرہ کثیر ہے اور بڑے پیمانہ کی تجارت ممکن ہے۔ اگر راستے اور لوگوں کی رہائش کے واسطے ضروری اسائیشیں تہیا کردی جائیں۔ بحیرۂ لوط کے پانی میں نمک اور جھیلوں کے پانی کے مقابلہ میں زیادہ نسبت سے موجود ہے۔ غالباً ۲۶ فیصدی کی نسبت سے پایا جاتا ہے۔ یہ بحیرۂ گذشتہ چند سال تک عذاب الٰہی خیال کیا جاتا تھا لیکن اب مملکت کی بڑی اقتصادی جائداد بن گیا ہے۔ کروڑوں روپیہ کی Minerals فلزات نکالے جاتے ہیں بٹی کے نقشہ کو اگر اب دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ کل علاقہ نلاؤ کی مٹی کا ہے یعنی جوف کی وادی میں ایک عرصہ تک پانی بھرا رہا جو آہستہ آہستہ خشک ہو کر اب موجودہ بحیرۂ لوط کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔ اس لئے

اس بحیرہ کے کناروں کی مٹی میں کھاری کے مختلف اجزار بکثرت ہیں۔ شورا ۔ سجی۔ رہر۔ نمک وغیرہ وغیرہ گراں مقدار میں موجود ہے۔ گذشتہ دس برس میں بحیرۂ لوط کے کناروں پر متعدد فیکٹریاں کھول دی گئی ہیں جو ان فلزات کو پانی اور مٹی سے صاف کرکے نکال رہی ہیں۔ پوٹاش اور برومائڈ کے کارخانے خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہاں کا بردمائڈ اعلیٰ ترین قسم کا ہوتا ہے۔ پوٹاش اور بردمائڈ اس بحیرہ کے کناروں پر یکجا دستیاب ہوتا ہے۔ ایسی صورت دنیا کے کس مقام پر نہیں پائی جاتی ہے۔ نمک اور پوٹاش بنانے کا یہاں وہی قاعدہ ہے جو راجپوتانہ کی سانبھر جھیل کے کناروں پر عمل میں آرہا ہے یعنی مٹی کی کیاریوں میں بحیرہ کا پانی بھر دیتے ہیں جو دھوپ اور گرم ہوا میں بخار بنکر اوڑ جاتا ہے پوٹاش اور نمک وغیرہ کی پپڑیاں کیاریوں کی تہہ میں جمی رہجاتی ہیں جنکو پھاوڑوں سے کھود کر جمع کرلیتے ہیں۔

بحیرہ لوط کے پانی میں اس قدر زائد وزن اور اتنے مختلف اقسام کی کھاری مٹی ہوتی ہے کہ اگر ان سب کو علیحدہ کیا جائے تو بڑی صنعت ترقی پا جائے گی۔ ہزاروں آدمیوں کو کام ملجائیگا اور مملکت کی دولت میں بڑا اضافہ ہوسکتا ہے۔ اس کام سے یہاں کی زراعت کو بھی ترقی دیجاسکتی ہے

سیمنٹ سازی کے کارخانے نفع کے ساتھ چل رہے ہیں۔ یہاں کا پتھر سیمنٹ اور چونے کے لئے اچھا ہے۔

اون۔ کی رسیاں۔ نمدے۔ کمبل اور عمدہ نفیس کپڑے بھی بنے جاتے ہیں۔ ریشم اور روئی کا بھی کپڑا موٹا اور مہین۔ سادہ اور جارخانہ دار تیار ہوتا ہے۔

شراب سازی پروفیسر کیسٹو کے مضمون سے ہم ذیل کے جملے نقل کرتے ہیں "باغ میں انگور کی ٹٹیوں اور انجیر کے سایہ میں زندگی گذارنا امن اور چین کا مترادف سمجھا جاتا ہے اور ایک شخص کی خوش نصیبی کا اعلیٰ معیار ہے۔ شراب سازی کا طریقہ بھی قدیم ہے۔" پہلے زمانہ کے مطابق آجکل بھی ایسے مقام پر جہاں صاف بڑی چٹان پہاڑی کی اونچائی کے قریب ملجائے انگور ایک جگہ اکٹھا کرلیا جاتا ہے۔ اوپر کی چٹان میں ایک بڑی اوکھلی کھود لیتے ہیں اور اس اوکھلی

سے ایک نالی نیچے کی چٹان پر گراتے ہیں اس نالی کے منھ پر ایک جالی لگا دی جاتی ہے نیچے کی چٹان پر جہاں نالی گرتی ہے وہاں بھی ایک گڑھا بنا لیا جاتا ہے یا برتن رکھ دیا جاتا ہے۔ انگور اوپر والی چٹان کی اوکھلی میں ڈالکر پیروں اور موسلی سے خوب کھوندتے اور کچلتے ہیں۔ اس طرح کرنے سے شیرہ نکلتا جاتا ہے جو نالی کے راستے سے بہکر جالی سے چھنکر نیچے کے گڑھے یا برتن میں جمع ہو جاتا ہے۔ اس شیرہ کو مٹکوں میں بند کرکے رکھدیا جاتا ہے جس میں بہت جلد خمیر اوٹھ آتا ہے۔ اور عمدہ قسم کی شراب تیار ہو جاتی ہے۔ یہودیوں کے آجانے سے اب عمدہ جدید اور سستے طریقہ سے انگور کا شیرہ نکالنے اور شراب بنانے کا سلسلہ جاری ہو گیا ہے فلسطین میں یہودیوں کے شراب کے زخیرے دنیا کے بڑے بڑے زخیروں کی برابری کر رہے ہیں۔ جس زمانہ میں انگور کا شیرہ نکالا جاتا ہے کاشتکار اپنے بال بچوں کو لیکر اس چٹان کے قریب جہاں اوکھلیاں بنائی جاتی ہیں۔ رہنے لگتا ہے۔ اس زمانہ میں مال کی حفاظت کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ چوروں کے علاوہ لومڑیوں سے انگوروں کا بچانا بڑا دشوار ہو جاتا ہے۔

انگور سے شکر اور شیرہ بھی بناتے ہیں۔

کشمش عام طور پر بنائی جاتی ہے۔ عرب فلاحین انگور کو بالعموم کشمش میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ شراب سازی ان کے واسطے از روئے قانون بھی ناجائز ہے کشمش بنانے کے لئے انگور صاف پانی میں لکڑی کی راکھ ڈالکر دھو لیتے ہیں۔ پانی میں تھوڑا سا زیتون کا تیل بھی ملا دیا جاتا ہے۔ ان دھوئے ہوئے انگوروں کو نچوڑکر کھجور کی پتّے کی چٹائیوں پر پھیلا دیتے ہیں۔ عام طور پر چھتوں پر پھیلا دئے جاتے ہیں اور کسی خاص دیکھ بھال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دو تین ہفتہ میں سوکھ کر کشمش تیار ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی راتوں کو فلسطین مغرب میں شبنم زیادہ پڑ جاتی ہے۔ ایسی راتوں کو انگوروں کو چٹائیوں سے ڈھک دیا جاتا ہے۔

اسلامی دور حکومت میں شراب سازی بند ہو گئی تھی اس لئے انگور کی کاشت بھی محدود ہو گئی تھی لیکن اب شراب سازی کی ترقی کے ساتھ انگور کی کاشت بھی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اعداد کاشت

اور پیداوار کا گوشوارہ ملاحظہ ہو۔

پروفیسر کیسیٹو کا قول ہے کہ "آجکل شراب اور اوس کی متعلقہ اشیاء کی تجارت فلسطین میں دوسری قسم کی چیزوں کی تجارت پر فوقیت حاصل کر رہے ہیں۔ فلسطین کے شراب بیچنے والے یہودی جو بیشتر علاقہ شہر وان میں رہتے ہیں بڑے بڑے تہہ خانوں کے مالک ہیں۔ ان کے پاس پندرہ لاکھ چالیس ہزار گیلن شراب جمع کرنے کے لئے تہہ خانے بنے ہوئے موجود ہیں۔ کسی دوسری جگہ دنیا میں اتنی بڑی مقدار میں شراب جمع کرنے کے لئے تہہ خانے ابتک نہ بن سکے ہیں۔

فلسطین کی شراب تبرک کے طور پر ریاستہائے متحدہ امریکہ کے گرجون میں سکرامنٹ کی رسم اداکرنے کے وقت زیادہ استعمال ہوتی ہے۔ یہ مانگ روز بروز بڑھ رہی ہے۔

تازہ انگور بھی روزمرہ کھانے میں کثیر وزن میں خرچ ہوتا ہے۔ انگور کی پیداوار کے اعداد۔

وزنی پاؤنڈ	6,590,400	1924
" "	21,553,000	1932

تجارت

تجارت اور سرمایہ کے متعلق چند اشارے

اس میں شک نہیں کہ یہودی سرمایہ داروں نے اس غریب بستی کو اس طرح آگھیرا ہے جس طرح گد جانور کی لاش کو آگھیرتے ہیں اور جس طرح یہ منکسر المزاج ہستیں پرند اپنے تیشہ منقار سے لاش کو رفتہ رفتہ چھیل چھالکر ڈھانچ کی ہڈیوں کو صاف ستھرا کر کے دکھا دیتے ہیں اسی طرح ہمارے برادران نوادر مملکت فلسطین کے ساتھ کر رہے ہیں۔ مملکت کو صاف ستھرا دولتمند ضرور کر رہیں ہیں لیکن غریب عرب کا خون حیات پی کر اوس کو مارا جارہا ہے اور حکومت کی سنگینوں اور توپوں سے لاش کے پرزے اڑائے جارہے ہیں اور یہ سب مملکت کی بہبودی۔ اور رعایا کی خوش حالی کے لئے قانونی انصاف کی صورت نصب کرنے کیلئے کیا جارہا ہے۔

جنگ عظیم سے قبل کل مملکت میں ۱۲۳۶ کارخانے تھے۔

ان میں پانچ ملین ڈالر سرمایہ لگا ہوا تھا۔ مگر اب کارخانوں کی تعداد ۳۵۰۵ ہو گئی ہے اور سرمایہ کی رقم ساڑھے بارہ ملین ڈالر تک پہونچ گئی ہے۔

کارخانے ۱۸۳ فیصدی شمار سے بڑھے اور

سرمایہ ۲۵۰ فیصدی۔

یہ ترقی نو وارد یہودیوں کے سبب سے دکھائی جاتی ہے اگرچہ اس کتاب کے مختلف حصوں میں آپ ملاحظہ فرمائینگے کہ عرب خوشحال تاجروں نے بھی اپنا سرمایہ بڑی رقم کی صورتوں میں نئی تجاویز کو کامیاب بنانے میں لگایا ہے۔ نیز گورنمنٹ کا روپیہ بھی بجلی۔ ریلوں اور بندرگاہ کی تعمیر میں کثیر تعداد میں صرف میں آرہا ہے۔ یہودی سرمایہ داروں اور ماہرین فن کی خدمات کی تشریح آپ وطن یہود کے بیان میں مطالعہ فرمائیں گے۔

پانی کی بجلی

فلسطین کی نئی آبادی زیادہ تر پانی کی بجلی کی افراط کے ساتھ ترقی کر سکی ہے مملکت میں پانی کی بجلی کے ذخیرے کثرت سے ہیں لیکن ان سے بجلی کی قوت لینا دشوار ہے کیونکہ کثیر سرمایہ کی ضرورت ہے۔ ابھی تک دریائے اردن (جارڈن) اوجا۔ اور دوسرے چشموں سے بجلی کی طاقت پوری طور پر نہیں لی گئی ہے۔ اس بجلی کا استعمال میں نہ آنا خود مملکت کے بہت سے کاموں میں رکاوٹ ہے بلکہ دوسرے بجلی کے ذخیرے بھی اس وجہ سے منتقل نہ ہو سکے۔ اکثر تجویزیں مثلاً اوجا دریا۔ میروم دریا۔ اور جارڈن دریا اور گلیلی کے اسکیم کی صورت اختیار کر کے بجلی کی قوت دے رہے ہیں اور منفعت اور راحت کا باعث ہیں۔ دریا جارڈن سے بہت طاقت کھینچی جا سکتی ہے۔ چھ میل کے عرصہ میں یہ دریا بحیرہ روم کی سطح سے جھیل ہیلیہ میں گرتی ہے جو سطح میں گلیلی کے پانی سے سات سو فٹ بلند سطح ہے بجلی روشنی اور کلوں کے لئے اب بہت ملنے لگی ہے۔ گذشتہ سات سال میں سنہ ۳۱-۱۹۲۴ء اس کی ترقی سترہ گونہ ہوئی۔ بجلی کے کل خرچ میں صنعت کا حصہ ۴۳ فی صدی اور زراعت کا حصہ ۳۳ ہوتا ہے۔ بجلی استعمال کرنے والوں کی تعداد ہر سال ۱۳ فی صدی کے حساب سے بڑھ رہی ہے۔ اور کلوواٹ کا خرچ فی صدی ۵ ، ، ، کے حساب سے ترقی کر رہا ہے۔ یہ سنہ ۳۱-۱۹۳۰ء کے اعداد ہیں۔

قیمت سنہ ۳۱ء میں پچاس مل فی کلوواٹ گھنٹہ تھی اور سنہ ۳۲ء میں گھٹکر ۳۰ مل پر آگئی گویا ۴۰ فی صدی کی کمی ہوئی۔

سنہ ۱۹۳۲ء میں یرموگ اور جارڈن کے سنگھم پر بجلی گھر تعمیر ہوا تھا۔ سنہ ۱۹۳۲ء بجلی بنانے والا اسٹیشن یہاں تعمیر ہوا۔ 60,000,000 کلوواٹ گھنٹے سالانہ بجلی پیدا کرتا تھا۔ اس میں امید ہے کہ 34,000 گھوڑوں کی قوت کی بجلی پیدا کرنے کی قوت ہو سکے گی۔ تجویز ہے کہ جارڈن کے کنارے پر متعدد بجلی گھر بنائے جائیں۔ جارڈن دریا گلیلی سے بحیرۂ لوط تک ۶۰ میل لمبائی میں بہتی ہے۔ کل فاصلہ کا ڈھال (اوتار) ۶۱۶ فٹ تخمینہ کیا گیا ہے لیکن گلیلی کے قریب اس کا اوتار ۴۰ فٹ فی میل کے اوسط سے ہو گیا ہے۔

بیرونی تجارت ابھی تک فلسطین کے لوگ زراعتی اور باغ کی اشیاء دنیا کے بازاروں کو بھیج رہے ہیں مصنوعی اشیاء بہت کم وزن اور تعداد میں یہاں سے باہر جاتی ہیں۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ باہر سے آنے والی اشیاء زیادہ تر مصنوعات اور کلین ہیں۔ (زیادہ دولتمند یہودی)۔

برآمد کی اشیاء سنترہ۔ جو۔ شراب۔ دوراتیلہن۔ خوبانی۔ تربوز۔ صابن۔ زیتون کا تیل۔ اور سیمنٹ۔

درآمد کی اشیاء آٹا۔ شکر۔ لوہا۔ فولاد کی بنی ہوئی چیزیں۔ تیل۔ دوائیں اور کلین۔

تجارت زیادہ تر جافہ اور حیفہ کے بندرگاہوں سے ہوتی ہے عکا اور غازہ کم استعمال ہوتے ہیں۔ تربوز مصر کو ریل کے ذریعہ سے جاتا ہے۔ تجارت کے راستے اگر درست ہو جائیں تو ماورائے یردن اور شام سے تجارت بہت جلد بڑھ سکتی ہے۔

یہاں کی باہر کی تجارت میں درآمد کا اوسط بہ نسبت برآمد کی تجارت کے زیادہ ہے اور یہ امر اقتصادی لحاظ سے ایک ملک کے حکومت کا عیب اور مملکت کے افلاس اور غیر ترقیافتہ ہونے کا ثبوت ہے۔
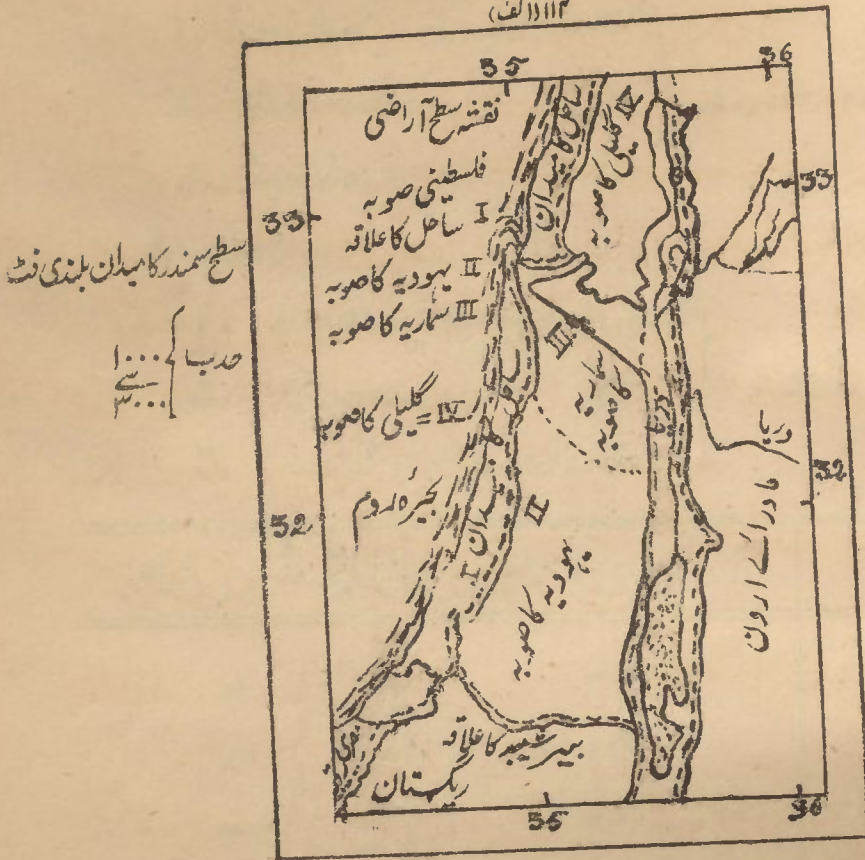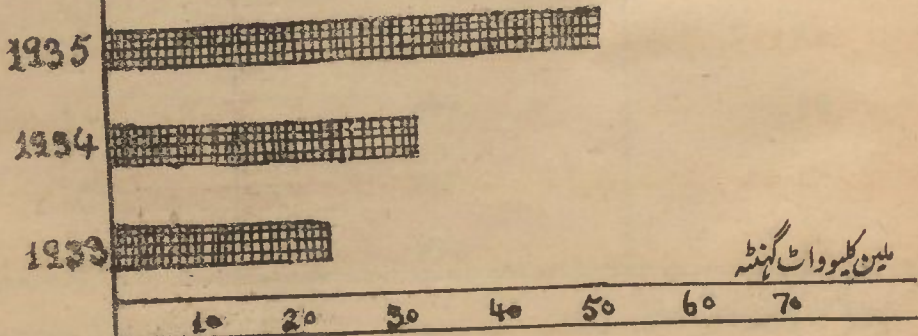
نقشہ سطح اراضی

فلسطینی صوبہ

I ساحل کا علاقہ

II یہودیہ کا صوبہ

III سماریہ کا صوبہ

IV گلیلی کا صوبہ

بحیرہ روم

بیر سبع کا علاقہ

ریگستان

دریا

ماورائے اردن

سطح سمندر کا میدان بلندی فٹ

حد ب ۱۰۰۰ سے ۳۰۰۰

35 36 33 32
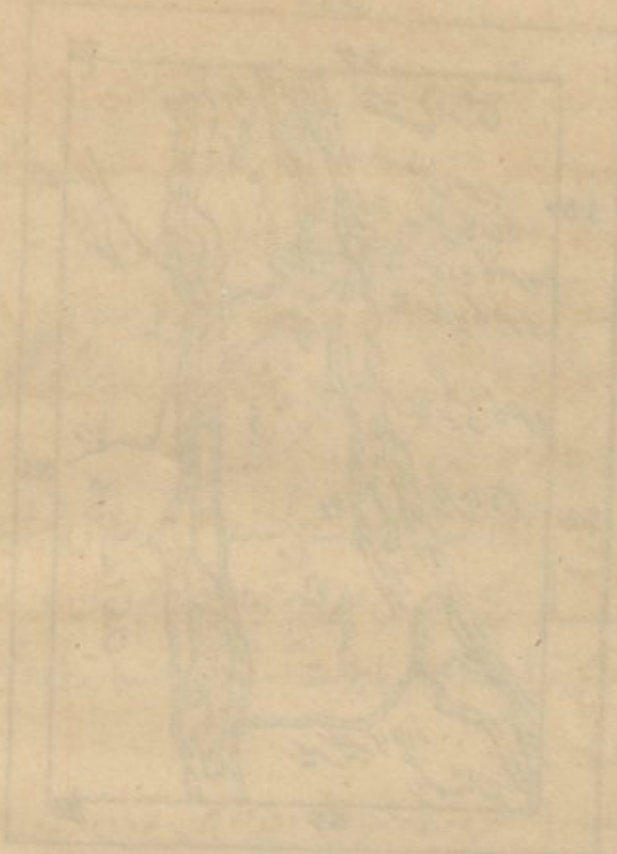
خاص خاص خریدار:-

Export :- برآمد

1. United Kingdom انگلستان
2. Germany جرمنی
3. Syria شام

} 20,100,000 $ 1934

Import :- درآمد۔

1. United Kingdom انگلستان
2. Germany جرمنی
3. U. S. A ریاستہائے متحدہ امریکہ

} 75,300,000 $ 1934

سال	درآمد انگریزی پاؤنڈ طلین	برآمد انگریزی پاؤنڈ طلین
۱۹۲۲	۳٫۲	٫۷
۲۳	۲٫۹	٫۷
۲۴	۳٫۱	٫۷ ½
۲۵	۴٫۵	٫۸
۲۶	۳٫۹	٫۶ ½
۲۷	۳٫½	۱٫½
۲۸	۴٫۰	۱٫۰
۲۹	۴٫۲	٫۸
۳۰	۴٫۰	۱٫۰
۳۱	۳٫۲	٫۷

Statesman Year Book, 1937.
8.2397 = 1935 rates.

ڈالر کا تبادلہ Dollars $8\frac{1}{4}$ =

پیداوار کے اعداد۔ 1936

نام اشیاء	وزن ٹن میں	کیفیت	نام اشیاء	وزن ٹن میں	کیفیت
گندم	76,059		تربوز	81,335	
جو	55,169		انگور	49,354	
دورا۔ باجرا	22,112		انجیر	16,421	
زیتون	13,941		ٹماٹر	19,027	
کرسینیہ	7,378		سنترہ		

نمک کھانے کا 9,389,000 کلوز

سکّے اور بنک

نمبر۱۔ بارکلے بنک: شاخیں۔ جروشلم۔ جافہ۔ حیفہ۔ نزات۔ تل عفیف۔ نبلوس۔ اور عکہ۔

نمبر۲۔ انگلو پیلسٹائن بنک:۔ ہیڈ آفس۔ تل عفیف۔ شاخیں۔ جروشلم۔ جافہ۔ حیفہ۔ طبریہ۔ سفید۔

نمبر۳۔ بنکو ڈی روم: شاخیں۔ جروشلم۔ جافہ۔ حیفہ۔

نمبر۴۔ عثمانیہ بنک:۔ شاخیں۔ جروشلم۔ جافہ۔ حیفہ۔ نبلوس۔ تل عفیف در امان (ماورائے یردن)

سکّہ رائج الوقت: فلسطینی پاؤنڈ (سونے کا سکّہ سنہ ۱۹۲۷ء سے رائج ہے۔ قیمت میں انگریزی پاؤنڈ کی برابر ہے۔ اس کو ایک ہزار (۱۰۰۰) مل میں تقسیم کیا ہے۔ فلسطین میں نوٹ بھی رائج ہیں یہ ½ - ۱ - ۵ - ۱۰ - ۵۰ اور سو پاؤنڈ تک کی قیمت کے ہوتے ہیں۔

چاندی کے سکّے

۱۔ سو مل اور پچاس مل۔ وزن میں ایکسو اسی اور اس کا نصف گرین۔

نکل کے سکّے

بیس۔ دس اور پانچ مل کے رائج ہیں۔

کانسہ کے سکّے

دو مل اور ایک مل۔

نوٹ:۔ سونے کا سکّہ خزانہ میں بند ہے۔ اس وقت دوسرے سکے ۴۰۰ ۱۰۶ م۔م کی قیمت کے چل رہے ہیں۔

اس وقت کاغذ کے نوٹ ۴ ۱۳۲ و ۲۳۶ و ۶۔م ۔م کی قیمت کے چل رہے ہیں۔

عام طور سے مقامی پیمانہ رائج ہیں مگر سرکاری طور پر میٹرک طریقہ پیمائش رائج کر دیا گیا ہے۔

ایک دیونام = ۷۶ ر ۱۰۹۸ مربعہ گز = ۲۲۷۰ ر ۵ ایکڑ۔

راستے

اگلے زمانہ میں یہاں سفر پا پیادہ ہوتا تھا اور لوگ دھوپ کی سختی سے بچنے کے لئے ٹھنڈے کے وقت سفر کرتی تھے مگر تجارتی سامان اونٹوں پر آتا جاتا تھا۔ ابتک مملکت میں قافلہ کے بیشمار راستے ادھر ادھر سے آتے ہیں اور ان پر برابر قافلہ چلا کرتے ہیں۔ اس وقت مملکت میں ۳۲،۰۰۰ اونٹ اور ۴۷،۰۰۰ ٹٹوٹ ہیں۔ مگر ترکوں کے زمانہ ہی سے پختہ سڑکیں اور ریلیں بننا شروع ہو گئیں تھیں ترکوں اور انگریزوں نے جنگ کی ضرورت سے، سڑک اور ریلیں مصر کی سرحد تک غازہ اور بیران سے

بنائی۔ حجاز ریلوے فلسطین سے ہو کر گذرتی ہے۔ اور بھی متعدد ریلیں ادھر ادھر اب پھیل گئی ہیں۔ مگر ریلوں کو سڑکوں کا مقابلہ سخت ہو گیا ہے۔ موٹر اور موٹر لاریاں بہت بڑا حصہ مسافروں اور مال کا بندرگاہوں سے اندرون مملکت میں پہونچاتی ہیں۔ اب مملکت کے بڑے بڑے شہر قریب قریب آپس میں ریل اور سڑک سے ملگئے ہیں۔ یہاں کے بندرگاہ حیفہ۔ جافہ۔ عکہ۔ غازہ مشہور ہیں۔

فلسطین کی ریلیں اور سڑکیں

فلسطین کی ریلوں کی کل لمبائی ۵۲۹ کلومیٹر ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے

از ...... تا	سڑک کی چوڑائی گاج لائن	لمبائی کلومیٹر	
نمبر۱۔ رافعہ۔ لیڈیہ۔ تل کریم۔ حیفہ۔	″ ۱/۲ ۸ ′۴	۲۳۸	
نمبر۲۔ جافہ۔ لیڈیہ۔ جروشلم۔	″	۸۷	
نمبر۳۔ حیفہ۔ سماخ۔	″ ۶ ′۳	۸۸	
نمبر۴۔ نصیبہ۔ حیفہ۔ عکہ۔	″	۱۸	
نمبر۵۔ عفول۔ جنین۔ بنولس۔ تل کریم	″	۹۸	
نمبر۶۔ قنطارہ۔ رعفہ۔	″	۲۰۳	یہ سنائی فوجی ریلوے کہلاتی ہے۔ اور ائیر منسٹری کی طرف سے فلسطین کی حکومت کو چلا رہی ہے مصر سے یہاں روزانہ ٹرین آتی جاتی ہے۔ نہر سوائز سے ٹرین کی گاڑی بذریعہ ٹرنک ٹرانسپورٹ اوتاری جاتی ہے اس طرح قاہرہ۔ اسکندریہ پورٹ سعید۔ اور سوائز سے آمد و رفت جاری ہے۔
نمبر۷۔ سماخ دریہ۔ حجاز ریل کا جنکشن ہدینہ منورہ کو	″		

ڈاکخانہ اور تار۔ 1936

لفافے	3,309,904	تار اور ٹیلیفون کے ٹرنک لائن کی لمبائی۔
پوسٹ کارڈ	20,786.806	48,627 Km.
پارسل	208,030	ٹیلفون اسٹیشن۔ 12,157

مال کی آمدورفت۔	1,099,000 tons
مسافروں ؍؍ ؍؍۔	2,480,500

پختہ سڑکیں

1936ء۔ 750 میل کل پختہ سڑک مملکت میں بنائی گئی۔

جو بکثرت موٹر اور موٹر لاریوں کے استعمال میں ہے۔ اس کے علاوہ ۶۴ میل کی ایک اور سڑک (ہر موسم والی سڑک کے نام سے ہے) ابھی چل رہی ہے۔

ہوائی آمدورفت

نمبر ۱۔ مصر ہوائی لائن۔ مصر۔ لیڈیہ اور حیفہ کے درمیان اس لائن کے ہوائی جہاز روز آتے رہتے ہیں اس لائن کے مسافر بغداد جانب بغداد لائن والے جہازوں سے جاتے ہیں۔

نمبر ۲۔ Imperial Airways Ltd. کے جہاز جو انگلستان اور اسٹریلیا کے درمیان اوڑتے ہیں۔ وہ غازہ پر ٹھہرتے ہیں۔ انگلستان سے آنے والے سینچر اور منگل کو جانے والے جمعہ اور پیر کو۔

نمبر ۳ The Royal Dutch Air Line K.L.M. لیڈیہ کا ہوائی اسٹیشن استعمال کرتی ہے۔ ہالینڈ سے آنے والے جمعہ اور پیر کو اور مشرقی جزائر ہند سے آنے والے سنیچر اور بدھ کو آتے ہیں۔

تجارت کے اعداد چار سال کے

سال ۳۱ دسمبر کو ختم ہوتا ہے۔

	۱۹۳۳	۱۹۳۴	۱۹۳۵	۱۹۳۶
درآمد اشیاء	11,123,489	15,152,761	17,853,493	13,979,023
" مصالحہ	145,306	273,430	521,900	157,490
فلسطین کی پیدا کردہ اشیاء کی برآمد	2,591,617	3,217,562	4,215,486	3,625,233
" مصالحہ	846878	850,260	466,504	251,207

1935

ملکوں کے نام	درآمد	برآمد	ملکوں کے نام	درآمد	برآمد
برطانیہ	3,212,378	2,553,986	رومانیہ	1,208,204	92,219
مصر	5,94,378	77,402	سلطنت برطانیہ کے حصے	6,18,922	85,083
شام	1,310,363	3,02,936	زیکو اسلاویکا	4,67,536	-
جرمنی	2,197,144	2,50,909	جاپان	6,45,695	-
فرانس	3,50,103	89,769	ٹرکی	3,38,807	-
بلجیم	7,18,596	77,844	پولینڈ	7,78,789	1,22,245
اٹلی	4,49,446	22,679	ہالینڈ	2,72,136	1,85,438
ریاست ہائے امریکہ	1,499,109	15,855	-	-	-

۱۲۰(الف)
1
2
3
4
1922
1923
1924
1925
1926
ملین پاؤنڈ -
Import
Export
Import
1936
1935
1934
1933
ملین پاؤنڈ
ملین پاؤنڈ
Million £
20 15 10 5
5 10 15 20
Million £
1933
1934
1935
1936
Export

خاص اشیاء تجارت اور اون کی قیمت۔ (اشیاء درآمد)۔ ۱۹۳۵

نمبر۱۔ چاول۔ ۲،۲۰۲،۱۹۳ پاؤنڈ۔ نمبر۲۔ گیہوں۔ ۲۲۸،۰۱۱۷ پاؤنڈ۔
نمبر۳۔ گیہوں کا آٹا۔ ۹۵۰،۳۸۴،۳ پاؤنڈ۔ نمبر۴۔ شکر۔ ۸۲۹،۷۰۶ پاؤنڈ۔
نمبر۵۔ اون سنترے رکھنے کے لئے ۲۵۸،۷۷۶ پاؤنڈ۔ نمبر۶۔ لوہے کے نل۔ ۴۹،۴۰۴،۲ پاؤنڈ
نمبر۷۔ روئی کا کپڑا۔ ۵۲۹،۲۴۲،۲ پاؤنڈ۔ نمبر۸۔ اون کا کپڑا۔ ۲۸۹،۷۵۷،۱ پاؤنڈ۔
نمبر۹۔ ریشم کا کپڑا۔ ۲۹۱،۲۱۳،۱ پاؤنڈ۔ نمبر۱۰۔ بن زین۔ ۲۰۹،۲۷۵ پاؤنڈ۔
نمبر۱۱۔ موٹر کار۔ ۵۱۹،۶۲۲ پاؤنڈ۔

اشیاء برآمد

نمبر۱۔ سنترہ۔ ۹۶۷،۰۰۶،۱ پاؤنڈ۔ نمبر۲۔ گریپ فروٹ۔ ۲۸۷،۱۳۸ پاؤنڈ۔
نمبر۳۔ کپڑے دھونے کا صابن۔ ۱۳۱۱،۷ پاؤنڈ۔ نمبر۴۔ لیمو۔ ۹۴۵،۲۲ پاؤنڈ۔
نمبر۵۔ شراب۔ ۵۵۱،۲۰ پاؤنڈ۔

خاص بندرگاہ۔ جافہ۔ حیفہ۔ عکہ۔ حیفہ کا نیا بندرگاہ انگریزوں نے بنایا ہے جو ۱۹۳۳ء میں کھولا گیا۔
جو ton ۸۳۵،۱۷۷،۴ وزن ۱۹۳۵ء ۲،۰۶۱ دخانی جہاز ان بندرگاہوں میں داخل ہوگئے،
" " ۵۲،۶۷۰ " " ۶۸۹،۱۔ بادبانی جہاز " "

رقبہ۔ آبادی اور خاص شہر

نمبر۱۔ مملکت فلسطین کا رقبہ جو برطانیہ کے منڈیٹ کی حکومت میں شامل ہے قریب دس ہزار مربعہ میل ہے۔ نمبر۲۔ ۳۰؍جون ۱۹۳۶ء کے تخمینہ کے مطابق یہاں کی کل آبادی ۱۳۳۶۵۱۸ لاکھ تعداد میں ہے جس میں مسلمانوں۔ یہودیوں اور عیسایوں کی تعداد حسب ذیل ہے۔

مسلمان (عرب)	۸۴۸و۳۴۲
یہودی	۳۷۰و۴۸۳
عیسائی	۱۰۶و۴۷۴

نمبر۳۔ کل مملکت انتظامی ضرورت کے لئے تین ضلعوں میں تقسیم ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) جنوبی جافہ (۲) شمالی حیفہ (۳) جرشلم

نام شہر	اعداد آبادی	چند مخصوص باتیں۔
نمبر۱۔ جرشلیم۔ بیت المقدس	۱۲۵و۰۰۰	مسلمانوں کی حکومت میں ۱۲۴۴ء ہے۔ ترکوں نے ۱۵۱۷ء فتح کیا ۱۹۱۷ء انگریزی قبضہ ہوا
نمبر۲۔ تل عفیف	۱۴۷,۰۰۰	کل آبادی یہودیوں کی ہے۔
نمبر۳۔ حیفہ	۹۹,۰۰۰	بندرگاہ۔ برطانیہ نے تعمیر کیا ہے۔
نمبر۴۔ جافہ	۷۱,۰۰۰	” قدیم۔
نمبر۵۔ غازہ	۱۹,۰۰۰	”
نمبر۶۔ ہبران Hebron	۱۹,۰۰۰	
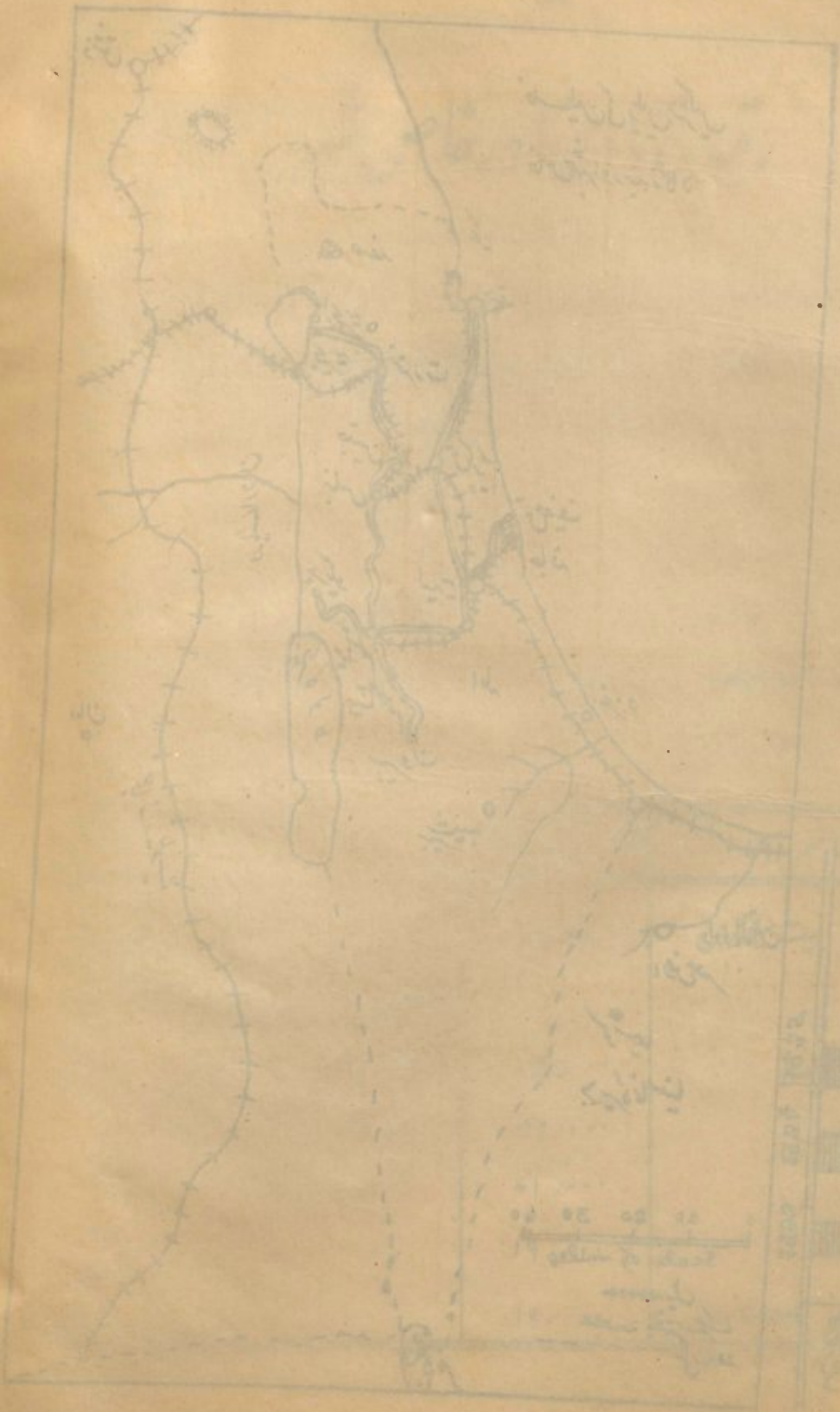
فلسطین کی ریلیں سڑکیں
خاص شہر اور بندرگاہ
دمشق
صفد
عکہ
حیفہ
جنین
نابلس
جافہ
غزہ
بیر شیبہ
اماں
وادی العریش
ارض مصر
جزیرہ نما سینا
0 10 20 30 40
Scale of miles
ریل
پختہ سڑک
ملکی حدود
1933
1934
1935

نام شہر	اعداد آبادی	چند مخصوص باتیں
نمبر۷۔ نبولس Nablus	۱۹,۰۰۰	
نمبر۸۔ لودیہ Lydda	۱۲,۰۰۰	
نمبر۹۔ رملسہ Ramsleh	۱۱,۰۰۰	
نمبر۱۰۔ نصریہ	۱۰,۰۰۰	
نمبر۱۱۔ سفید	۱۰,۰۰۰	
نمبر۱۱۔ طبریہ	۹,۰۰۰	
نمبر۱۲۔ عکہ	۸,۰۰۰	
نمبر۱۳ بیت النجم	۷,۰۰۰	

نوٹ:۔ سنہ ۱۹۳۶ء میں نووارد لوگوں کی تعداد جو درج رجسٹر ہوئی ۳۱,۶۷۱

(الف) جن میں یہودیوں کی تعداد۔ ۲۹,۷۲۷ دکھائی گئی ہے۔

(ب) عربوں کے گاؤں کی تعداد۔ ۷۵۰

(ج) یہودیوں کی بستیاں۔ ۲۰۱ جو زیادہ تر ذیل کے اضلاع میں بسی ہیں۔ جوڈیہ۔ سماریہ۔ نشیبی گلیلی علاقہ۔ گلیلی مرتفع۔ ان کی آبادی کے اعداد یہ ہیں۔ ۹۶,۸۲۹ یہودیوں کے قومی فنڈ سے زمین خرید کر قریب ستر بستیاں آباد ہوئیں۔ جو زیونسٹ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

ختم شد